SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Thursday January 8, 1987

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall, (Parliament House), Islamabad, at ten of the clock in the morning, with Mr. Chairman (Mr. Ghulam Ishaq Khan) in the Chair.

(RECITATION FROM THE HOLY QUR'AN)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ
اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ
اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ؕ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ
لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ
يَعْمَهُوْنَ ۝

اور جیسے لوگ بھلائی کے لیے جلدی کیا کرتے ہیں اگر اسی طرح
اللہ ان کو برائیاں پہنچانے میں جلدی کرتا (ان کی برائیوں پر ان کو مہلت
نہ دیتا) تو ان کی عمر (جلد ہی) ختم ہو چکی ہوتی (ان کی لغزشوں کے باعث
ان کو فنا کر دیا گیا ہوتا) بات یہ ہے کہ جن لوگوں کو ہم سے ملنے کی امید
ہی نہیں ان کو ہم چھوڑے رکھتے ہیں کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ
دَعَانَا لِجَنْبِهٖۤ اَوْ قَاعِدًا
اَوْ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا
عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ
اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ كَذٰلِكَ
زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ ۝

اور (حالت یہ ہے کہ) جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو لیٹے بھی
اور بیٹھے بھی اور کھڑے بھی (ہر طرح) ہم کو پکارتا ہے (دعا کرتا ہے)
اور جب ہم اس کی وہ تکلیف دور کر دیتے ہیں (کھٹکا نکل جاتا ہے
تو ہمیں بھول جاتا ہے اور) اس طرح گذر جاتا ہے گویا کسی تکلیف
پہنچنے پر اس نے کبھی ہمیں پکارا ہی نہ تھا۔ اس طرح بے باک لوگوں
کو جو کچھ وہ کر رہے ہیں خوشنما کر کے دکھایا گیا ہے۔

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ

اور یقیناً ہم تم سے پہلے کئی جماعتوں کو جب انہوں نے ظلم (اختیار) کیا

قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَجَآءَتْهُمْ
رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا

ہلاک کر چکے ہیں۔ حالانکہ ان کے پاس ان کے رسول کھلی نشانیاں
لے کر آئے تھے لیکن وہ ایمان لانے والے ہی نہ تھے۔ (پھر یہ نشانیاں

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Thursday January 8, 1987

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall, (Parliament House), Islamabad, at ten of the clock in the morning, with Mr. Chairman (Mr. Ghulam Ishaq Khan) in the Chair.

(RECITATION FROM THE HOLY QUR'AN)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ
اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ
إِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ
لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ
يَعْمَهُوْنَ ○

اور جس طرح لوگ بھلائی کے لیے جلدی کیا کرتے ہیں اگر اسی طرح
اللہ ان کو برائیاں پہنچانے میں جلدی کرتا (ان کی برائیوں پر ان کو مہلت
نہ دیتا) تو ان کی عمر (جلد ہی) ختم ہو چکی ہوتی (ان کی لغزشوں کے باعث
ان کو فنا کر دیا گیا ہوتا) بات یہ ہے کہ جن لوگوں کو ہم سے ملنے کی امید
ہی نہیں ان کو ہم چھوڑے رکھتے ہیں کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔

وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ الضُّرُّ
دَعَانَا لِجَنْبِهٖٓ أَوْ قَاعِدًا
أَوْ قَآئِمًا ج فَلَمَّا كَشَفْنَا
عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَأَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ
إِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ط كَذٰلِكَ
زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ ○

اور (حالت یہ ہے کہ) جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو لیٹے بھی
اور بیٹھے بھی اور کھڑے بھی (ہر طرح) ہم کو پکارتا ہے (دعا کرتا ہے)
اور جب ہم اس کی وہ تکلیف دور کر دیتے ہیں (کھٹکا نکل جاتا ہے
تو ہمیں بھول جاتا ہے اور) اس طرح گزر جاتا ہے گویا کسی تکلیف
پہنچنے پر اس نے کبھی ہمیں پکارا ہی نہ تھا۔ اس طرح بے باک لوگوں
کو جو کچھ وہ کر رہے ہیں خوشنما کر کے دکھایا گیا ہے۔

وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ

اور یقیناً ہم تم سے پہلے کئی جماعتوں کو جب انہوں نے ظلم (اختیار) کیا

قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَآءَتْهُمْ
رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا

ہلاک کر چکے ہیں۔ حالانکہ ان کے پاس ان کے رسول کھلی نشانیاں
لے کر آئے تھے لیکن وہ ایمان لانے والے ہی نہ تھے۔ (پھر یہ نشانیاں

لِيُؤْمِنُوا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ○	کس کام آتیں) یوں ہی ہم گنہگاروں کو سزا دیا کرتے ہیں
ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ○	پھر ہم نے ان کے بعد تم کو زمین میں نائب مقرر کیا (خلیفہ بنایا) تاکہ دیکھیں کہ تم کیا کرتے ہو۔ (اور احکام الٰہی پر کس درجہ کاربند رہتے ہو)۔

(سورہ یونس آیات

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

LEAVE OF ABSENCE

جناب چیئرمین : بسم اللہ الرحمن الرحیم ، رخصت کی درخواستیں ۔ جناب احمد میاں سومرو صاحب نے اپنی نجی مصروفیات کی بنا پر ایوان سے ۸ تا ۱۲ جنوری رخصت ، درخواست کی ہے ، کیا آپ رخصت منظور فرماتے ہیں ۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین : جناب بریگیڈیئر (ریٹائرڈ) عبدالقیوم خان نے ایوان سے ۷ جنوری ، ۸۷ء سے لئے رخصت کی درخواست کی ہے ، کیا آپ رخصت منظور فرماتے ہیں ۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین : جناب پیر شجاعت حسین قریشی نے ایوان سے ۷ تا ۹ جنوری رخصت کی درخواست کی ہے ، کیا آپ رخصت منظور فرماتے ہیں ۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین : جناب سردار محمد یوسف خان ساسولی نے اپنی علالت کی بنا پر ایوان سے ۶ جنوری تا واپسی تک رخصت کی درخواست کی ہے ، کیا آپ رخصت منظور فرماتے ہیں ۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین : جناب حسن اے شیخ صاحب نے ایوان سے ۱۱ تا ۱۰ جنوری ، ۸۷ء رخصت کی درخواست کی ہے ۔ کیا آپ رخصت منظور فرماتے ہیں ۔

(رخصت منظور کی گئی)

DISCUSSION ON THE RECENT UNFORTUNATE HAPPENINGS IN KARACHI

جناب چیئرمین: ۶ تاریخ کی نشست کے فیصلے کے مطابق اجلاس کی کارروائی کا آغاز وزیر داخلہ کی پیش کردہ تحریک سے "کہ معزز ایوان کراچی کے حالیہ واقعات سے پیدا ہونیوالی امن و امان کی صورتحال پر بحث کرے" پر مزید بحث شروع کی جاتی ہے۔ میری لسٹ پر پہلے مقرر جناب طارق چوہدری صاحب ہیں، میں ان سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ ایوان سے خطاب کریں۔

جناب محمد طارق چوہدری: نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، بسم اللہ الرحمن الرحیم، جناب چیئرمین! اس کے لئے کوئی ٹائم تو مقرر نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: کوئی مقرر نہیں ہے میرے خیال میں چونکہ کئی ایک اصحاب نے بولنا ہے تو جتنا اختصار سے کام لے سکتے ہیں، اتنا بس۔

جناب محمد طارق چوہدری: جناب چیئرمین!! ہمارے یہاں سیاست میں سب سے بڑی خرابی یہ ہے اگر کسی آدمی کو چھوٹا سا ڈاکٹر بننا ہو تو اسے ایک خاص حد تک مڈل میں آٹھویں جماعت تک سائنس پڑھتے ہوئے نمبر لینے پڑتے ہیں اور اگر وہ فرسٹ ڈویژن لے لے، تو اسے میٹرک کی سائنس کلاس میں داخلہ ملتا ہے، پھر وہاں پر وہ اچھی فرسٹ ڈویژن لے اور ایف ایس سی میں وہ ۸۰۰ کے قریب نمبر لے، تو پھر اسے جا کر ایم بی بی ایس میں داخلہ ملتا ہے، پانچ سال تک وہ ایم بی بی ایس کا کورس پڑھتا رہتا ہے پھر وہ تین سال سپیشلائزیشن کرتا ہے۔ فرض کریں وہ آنکھ کا سپیشلسٹ بنتا ہے تو تین سال تک سپیشلائزیشن کرنے کے بعد اسے یہ اجازت ملتی ہے کہ وہ انسانی آنکھ کو دیکھ سکے اور اس کا علاج کر سکے، اس طرح پچیس چھبیس برس لگتے ہیں ایک آنکھ کا علاج کرنے والے کو مکمل ماہر ہونے کے لئے، لیکن سیاستدان جس نے پورے ملک کی پوری قوم کی بلکہ پوری دنیا میں اس قوم کی نمائندگی کرنا ہوتی ہے۔ سیاستدان بننے کے لئے نہ کسی سپیشلائزیشن کرنے کی ضرورت ہے نہ کسی ٹریننگ کی ضرورت ہے۔ حتیٰ کہ آپ دیکھیں گے کہ ایک موٹر کا چھوٹا سا مکینک بھی بنتا ہے تو وہ چھوٹا سا بچہ کسی استاد کے پاس لا کر ڈال دیتے ہیں، وہ استاد پہلے تو اسے کہتا ہے کہ چابی لاؤ، پھر دوسری چابی لاؤ، اس کو چابیاں سکھاتا رہتا ہے، پھر ٹائر کھولنا سکھاتا ہے اس کے بعد آہستہ آہستہ وہ پندرہ سولہ سال میں جا کر ایک موٹر سائیکل یا موٹر کا

[Mr. Muhammad Tariq Chaudhary]

میکینک بنتا ہے تو ہمارے یہاں یہ خرابی ہے ۔ ایک آدمی ساری عمر پریڈ کرتا ہے، گھوڑوں اور خچروں پر خرخرا مارتا ہے، اس کے بعد اس کو سب سے زیادہ اہم سیاسی پوسٹ دے دی جاتی ہے ۔ (مداخلت)

جناب چیئرمین :- پلیز، پلیز -

جناب محمد طارق چوہدری : اس کو سب سے اہم ترین سیاسی ذمہ داریاں سونپی جاتی ہیں اور وہ 'چھوٹا'، جس کو ابھی حیابی پکڑانا نہیں آتی، اس کو اٹھا کر چیف منسٹر تک کے عہدوں پر ثبت کر دیا جاتا ہے، ایک آدمی جو ساٹھ برس کی عمر میں ایک ناکام وکیل تھا، اسے ایک بڑی سفارش پر پہلے جج بنا دیا جاتا ہے یہ بالکل اسی طرح کی بات ہے جس طرح ہمارے ہاں ایک دیسی ریاست کا واقعہ ہے ۔ یہ سچا واقعہ ہے کہ وہاں پہ ایک آدمی کسی امیر کے پاس آیا یا راجہ کے پاس آیا۔ اس نے کہا کہ جناب میں نے ایف۔ اے تک تعلیم حاصل کی ہے تو مجھے مہربانی کر کے نوکری دے دیں ۔ اس نے کہا ٹھیک ہے تم پٹواری لگ جاؤ۔ وہ پٹواری لگ گیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد ایک مڈل پاس آدمی آیا۔ اس کو انہوں نے تحصیلدار لگا دیا۔ اس پر ایف اے پاس کو اعتراض ہوا اور راجہ کو کہنے لگا کہ آپ نے مجھے تو پٹواری بنا دیا ہے اور مڈل پاس کو تحصیلدار بنا دیا ہے ۔ یہ آپ نے کیا کیا ہے ۔ راجہ نے کہا کہ دیکھو کام سارا تو پٹواری نے کرنا ہوتا ہے، تحصیلدار کو تو چھڑے دستخط کرنے ہوتے ہیں۔ تو جناب یہ جو چھڑے دستخط کرنے کے قابل ہیں ان کو جب اعلیٰ ترین سیاسی عہدوں پر تعینات کر دیا جائے گا تو اس کا انجام وہی ہوگا جو آج ہم بھگت رہے ہیں اور ہم پر سے گزر رہا ہے ۔ اب سندھ کے واقعات کی ساری ذمہ داری صرف سندھ کی حکومت پر نہیں ڈالی جا سکتی ہے، سندھ کی حکومت کی نااہلی تسلیم۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ نیل کے ساحل پر اگر کوئی کتا بھی بھوکا مر جائے گا تو عمر سے سوال کیا جائے گا، میں اس خوف سے کانپتا ہوں انہوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ خود ہی مصر کے گورنر سے پوچھ لیں گے ۔ سندھ کے خونی واقعات کی ذمہ داری یکساں طور پر محمد خان جونیجو پر، وزیر داخلہ اسلم خٹک پر اور یہاں کی پوری کابینہ پر عائد ہوتی ہے۔ نہ صرف یہ مطالبہ جائز ہے کہ سندھ کی حکومت مستعفی ہو جائے بلکہ میں یہ کہوں گا کہ پاکستان کی پوری حکومت مستعفی ہو جائے ۔ یہ کوئی طریقہ نہیں ہے آپ نے دیکھا ہمارے ہاں پچھلے دنوں آصف اقبال ۔

کرکٹ کے ایک بہت کامیاب کھلاڑی تھے تو انہیں کپتان بنا دیا گیا وہی ٹیم پہلے مشتاق محمد کے پاس تھی بڑا اچھا کپتان تھا اس نے بڑی کامیابیاں حاصل کیں اور کامیابیوں کے جھنڈے گاڑے۔ پھر آصف اقبال کو ٹیم کا کپتان بنا دیا گیا۔ تو وہ بے چارہ مسلسل ناکام ہوتا رہا، اس لئے کہ اس کے اندر کپتان بننے کی اہلیت ہی نہیں تھی۔ اب اگر آصف اقبال ناکام ہوتا ہے تو اس کا یہ طریقہ تو نہیں ہے کہ نیچے سے میاں داد، عمران خان کو نکال دو یا سب نیچے والی ٹیم نکال دو، یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔ نا اہلی اور ناکامی محمد خان جونیجو کی ہوتی ہے غوث علیشاہ کی ہوتی ہے، تو استعفیٰ کابینہ سے لے لیا۔ وہ بیٹھے رہتے ہیں۔ یعنی یہ سیاست کہ آصف اقبال جب تک نہیں نکالے جاتے تو اس وقت تک بات سیدھی نہیں پڑے گی۔ ورنہ یہ ہماری غلط فہمی ہے کہ ہم لیپا پوتی سے اپنا کام جو ہے وہ چلاتے جائیں گے۔ یہ بالکل غلط طریقہ ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر یہ خود الگ نہیں ہوتے ہیں تو انہیں برطرف کر دینا چاہیئے۔ اور اگر ہماری اسمبلیوں میں یہ اہلیت نہیں ہے اور مسلم لیگ کے ان پہلوانوں کو اسی طرح گونگے بن کر بیٹھے رہنا ہے تو پھر کوئی ایسا طالع آزما آئے گا جو ہماری سب کی صف لپیٹ دے گا۔ یہاں یہ دو صورتیں پیدا ہو رہی ہیں۔ یا تو پورے ملک میں انارکی پھیل جائے گی یا پھر یہاں یہ ایسا خونی انقلاب آئے گا جس سے آپ روس، چین اور ایران کے انقلابات کو بھول جائیں گے۔ میں آپ کو تنبیہہ کرتا ہوں اور اس طرف متوجہ کرتا ہوں کہ آپ اپنے حقیقی مینڈیٹ کی طرف لوٹ آئیں مصنوعی حکومتوں کو ختم کریں۔ مارشل لاء کے جبر تلے بنی ہوئی حکومتیں اور نا اہل حکومتیں جو ہیں، ناکام حکومتیں جو ہیں یہ ہمارے معاملات کو نہیں چلا سکتی ہیں۔ خدا کے لئے اٹھیئے آگے بڑھیے، کوئی قدم اٹھایئے ورنہ

کن نیندوں محوِ خواب ہے اے چشمِ گریہ ناب
کھول آنکھ دیکھ شہر کو سیلاب لے گیا

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۰

<u>جناب چیئرمین</u>: شکریہ۔ میرے خیال میں بحث کو جاری رہنے دیں۔ جناب عبدالرحیم میرداد خیل صاحب۔

<u>جناب عبدالرحیم میرداد خیل</u>: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں مشکور ہوں کہ آپ نے اس اہم موضوع پر بولنے کا موقع دیا۔ حقیقت

[Mr. Abdur Rahim Mir Dad Khel]

یہ ہے کہ ہمارے تمام مسائل کی جن سے ہم اس وقت دوچار ہیں اصل وجہ یہ ہے کہ پاکستان میں ہم نے اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے جو جدوجہد کرنی چاہیئے تھی وہ چھوڑ دی ۔ اس وجہ سے اب طرح طرح کے عذابات الٰہی اس میں رونما ہو رہے ہیں۔ اللہ تبارک تعالیٰ خود یہ فرماتا ہے "فاذکرونی اذکرکم" تم مجھے یاد کرو تو میں تمہیں یاد کرونگا۔ لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے ہر ذی شعور انسان کو یہ راستہ بتایا ہے کہ اگر تم میرے راستے پر چلوگے اور میرے دین کی سربلندی کے لئے جدوجہد کروگے تو میں تمہیں ہمیشہ سرخرو کروں گا۔ اگر نہیں چلو گے تو پھر جس طرح تباہی اور بربادی کا سامنا پہلی قوموں نے عذاب کی شکل میں کیا تم بھی کروگے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پچھلی قوموں کا ذکر کرتے تھے اور جب گزشتہ پیغمبروں کی امتوں کی تباہی کا ذکر کرتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سخت پریشان ہوجاتے تھے اور دعا فرماتے تھے کہ اے اللہ میری امت پر ایسا عذاب نازل نہ کرنا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات ہیں کہ ہمارے حلیئے نہیں بدلے گئے ورنہ پچھلی قوموں کو آپ دیکھیں کہ ان کے حلیئے تک بگڑ گئے تھے اس کی وجہ کیا تھی کہ انہوں نے اللہ کے دین کو چھوڑ دیا تھا اور اللہ کے دین کو چھوڑنا اللہ سے بغاوت ہے اور اللہ کی دشمنی کو مول لینا ہے۔ خوش قسمتی سے ہمارے قائد اعظم محمد علی جناح نے بڑی جدوجہد سے اس پاکستان کے قیام میں جو بھرپور حصہ لیا تو اس کا مقصد بھی یہی تھا کہ ہم ہندوؤں کے ساتھ نہیں رہنا چاہتے، بلکہ ہم الگ خطۂ زمین پر بسنا چاہتے ہیں۔ یہی حضرت قائداعظم کا اصل منشور تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم نے اس کے اقوال کو چھوڑ دیا۔ اس کی تصویروں کو اپنی جیبوں اور تجوریوں میں بھر لیا اور اس کے لئے ہر قسم کے حربے استعمال کئے، قائداعظم کی تصویر کو لینا اپنے لئے باعث سعادت سمجھ لیا ہے لیکن ان کے اقوال کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ یہ ہماری ایک بہت بڑی ناکامی ہے۔

جناب چیئرمین ! میں سیاست کی طرف نہیں آنا چاہتا، بلکہ صرف اس موضوع پر بات کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے ایک مثال دی لیکن کراچی وہ شہر ہے کہ جس میں قائداعظم محمد علی جناح نے ساری زندگی بسر کی اور وہی ان کی آخری آرام گاہ بھی ہے جس طرح پرسوں کے اجلاس میں پروفیسر خورشید صاحب نے ذکر فرمایا تھا کہ قائداعظم نے مسلمانوں اور ہندوؤں سے خطاب کیا اور ان کو پر امن رکھا تو یہ ان کی بہت بڑی کامیابی تھی یہ قائداعظم

کی سیاسی بصیرت کا تقاضا تھا لیکن ہمیں جو ان کے وارث لوگ ملے جو قائداعظم کے وصیت کنندہ لوگ ہیں۔ آج ان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ کیوں اپنے قائد کی وصیت پر عمل پیرا نہیں ہوئے۔ آج ان سے یہ پوچھنے کے لئے ہم حق بجانب ہیں۔ پاکستان حاصل کرنے کا مقصد یہ تھا کہ ہر شخص یہاں امن و آشتی کے ساتھ رہے گا۔ مہاجر اور پٹھان کا مسئلہ نہیں ہوگا، بلوچستان میں بلوچیوں اور پٹھانوں کا مسئلہ نہیں ہوگا، سرحد میں پنجابیوں اور مقامی اور غیر مقامیوں کا مسئلہ نہیں ہوگا، سندھ میں سندھیوں اور مہاجروں کا مسئلہ نہیں ہوگا۔ بلکہ مہاجر بھی اللہ کا نام لیتا ہے، اس کا کلمہ بھی وہی ہے جو ایک پٹھان کا ہے اور یہی کلمہ بلوچ بھائی کا بھی ہے، ان بھائیوں میں کوئی فرق نہیں ہے، نہ بلوچ کا الگ کلمہ ہے اور نہ پٹھان کا اور نہ مہاجر کا کوئی الگ کلمہ ہے۔ لیکن کلمہ ایک ہے، جب خدا ایک ہے رسول ایک ہے نظام زندگی ایک ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ مہاجر پٹھان کے دشمن بن گئے اور پھر کیا وجہ ہے کہ سندھی اور بلوچ ایک دوسرے سے دست و گریبان ہوئے۔ آخر اس کی وجوہات کیا ہیں!

جناب عالی! اس وقت حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کی سلامتی تحفظ اور بقا صرف ایک چیز میں مضمر ہے کہ یہاں اللہ کے دیئے ہوئے نظام کو جاری کیا جائے۔ جب تک یہ جاری نہیں ہوتا ہمارے مسائل اور ہماری مشکلات میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ اگر ہم اللہ کی سربلندی اور اللہ کے دین کے لئے سچائی سے کام کریں تو شریعت محمدی میں اور اللہ کے نظام میں یہ لکھا ہوا ہے کہ اگر تمہارا بھائی تمہارے پڑوس میں بھوکا ہے تو تم جتنی حلال نعمتیں کھاتے ہو وہ حلال رزق بھی تم پر حرام ہوتا ہے۔ اسلام میں تو یہ لکھا ہے لیکن کیا وجہ ہے کہ بھائی بھائی کا گلہ کاٹ رہا ہے۔ بھائی بھائی کے لئے سازشیں کر رہا ہے اور بھائی بھائی کے لئے گڑھا کھود رہا ہے۔ تخریب کاری کے لئے سکیمیں بنائی جا رہی ہیں چاہے وہ ماسکو میں بنائی جائیں چاہے بھارت میں یا پاکستان میں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس بارے میں حکومت کی ناکامی پر میں اس کو مورد الزام ٹھہراتا ہوں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہمارے عوام بھی اس میں ملوث ہیں کہ ہم عوام پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم صحیح طریقے سے اپنے اپنے محلے اور کوچہ و بازار میں خود حفاظت کریں۔ اس کے بعد پھر حکومت کا بھی یہ فرض بنتا ہے۔ وہ جو اس ملک کے سربراہ ہیں ان کے سامنے سب حالات ہیں۔ ان کے قلم میں طاقت ہے، ان کے پاس اختیارات ہیں۔ تو پھر آپ سوچیں کہ اس ملک میں امن و امان کے لئے کیا طریقہ کار اختیار کیا جائے۔ بدقسمتی سے ہم اپنی میٹنگوں میں سوچتے ہیں کہ کس سیاست دان کو یا کس پارٹی یا

[Mr. Abdur Rahim Mir Dad Khel]

کس شخص کو کس طرح ڈیمیج کرنا چاہیئے اور اس کے حالات زندگی کو خراب کرنا چاہیئے۔ ان کی تمام میٹنگیں ان حالات میں ہوتی ہیں۔ ملک کی سالمیت اور تحفظ کے لئے انہیں بہت کم وقت ملتا ہے۔ لہٰذا ہم حکومت سے بھی یہ کہتے ہیں اگرچہ مطالبہ نہیں کرتے، مطالبہ اس لئے نہیں کرتے کہ یہ حکومت عوام میں سے ہے اور انہوں نے پھر آگے بڑھ کر حصّہ لینا ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ ہم پچھلی حکومتوں کے دور میں جیسا کہ پچھلی حکومت اپنے آپ کو عوامی دور کہلاتی تھی اور وہ کہتی تھی کہ ہم یہ کریں گے وہ کریں گے لیکن انہوں نے بھی مزدوروں کے ساتھ، محنت کشوں کے ساتھ، ہر شخص کے ساتھ ظلم کرنے کی داستانیں چھوڑیں۔ کہ یہ موجودہ حکومت انہی کی وصیت پر عمل نہ کرے بلکہ ان کے راہ عمل کو چھوڑ کر، قائداعظم کے اصولوں پر عمل کرے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اللہ کے نظام کے اصولوں پر عمل کرے۔ تو یہ ہے اصل بنیاد جو ملک کے تحفظ اور بقا کے لئے ہو سکتی ہے اور عوام کا تحفظ صرف دین اسلام کی سربلندی میں ہو سکتا ہے۔

سہراب گوٹھ میں منشیات کے کاروبار کے لئے یہ پلان بنایا گیا اور یہ کہا گیا کہ ہم اس کو ختم کریں گے اس کو نیست و نابود کر دیں گے۔ کیا ان پانچ چھ سالوں میں کوئی واقعات رونما نہیں ہوئے۔ کیا حکومت کے نوٹس میں یا اس کی انٹیلی جنس، جو لاکھوں اور کروڑوں روپیہ تنخواہیں لیتی ہے کو معلوم نہیں ہوا۔ ہمارے وزراء جو اسلام آباد کے نت نئے ڈیزائن کے بنگلوں میں رہتے ہیں کیا انہیں ان حالات کا علم نہیں ہوا کہ ان حالات میں کس صوبے کس گلی کس کوچے میں کیا ہو رہا ہے اور کیا نہیں ہو رہا۔ میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کی انٹیلی جنس بہت بری طرح ناکام ہوئی ہے اور پاکستان کے وزراء کو اس طرح اندھیرے میں رکھا جاتا ہے جس طرح لوڈ شیڈنگ میں اچانک بجلی غائب ہو جاتی ہے اور لوگ حیران و پریشان ہو جاتے ہیں اسی طرح یہ حیران و پریشان ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے یہ کہتا ہوں کہ اس وقت اگر ہم چاہتے ہیں کہ ملک میں امن و امان کی فضا قائم ہو اور ہم بھائی بھائی بنیں ایک دوسرے کے دشمن نہ بنیں تو ہمیں عوام کے پاس جانا ہوگا اور ان وزراء کو صحیح طریقے سے ان کے کاموں میں تعاون کرنا ہوگا تب جا کر یہ مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ ورنہ پھر ہمارے لئے مسائل ہی مسائل ہیں اور عوام یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ انہوں نے آپ کو اس لئے منتخب کیا تھا کہ ان کے تمام عوامی مسائل حل ہوں گے، ان کے کاروبار کو ترقی ملے گی۔ ان کی دکانوں کا تحفظ ہوگا۔ ان کے جان و مال اور عزت آبرو کا تحفظ ہوگا کیا انہوں نے آپ کو اس لیے ووٹ دیا تھا کہ آپ نے قرضہ لے کر یا غیر ممالک سے

بھیک مانگتے ہوئے جو گولی خریدی ہے وہ گولی بجائے دشمن کے سینے کے آپ اپنے بھائی کے سینے میں پیوست کریں۔

جناب والا! جونہی یہ کراچی کا واقعہ ہوا سینٹ و اسمبلی کے اراکین پر مشتمل ہم نے ایک وفد بنا کر گلی گلی اور کوچے کوچے میں مساجد میں جا کر تقاریر کیں۔ لوگوں کو خدا کا واسطہ دیا۔ اللہ اور اللہ کے رسول کے بارے میں تقاریر بھی کیں اور لوگوں کی باتیں سنیں۔ ہم ان لوگوں کے بھی مشکور ہیں کہ انہوں نے ہماری باتیں مانیں۔ انہوں نے امن و امان کے قیام میں بہت بھرپور کردار ادا کیا۔ یہ پارلیمنٹ کا واحد وفد تھا جس سے حکومت کو طاقت ملی اور حکومت کے کارکنوں کو حکومت کے تنخواہ دار ملازمین کو بہت بعد میں وہاں جانے کی جرأت ہوئی۔ ہم نے ہزاروں لوگوں کے اجتماعات سے خطاب کیا۔ تب جا کر حکومت کو پتہ لگا کہ یہ لوگ وہاں گئے ہیں تو ان کی حوصلہ افزائی ہوئی اور ہماری برکت اور طفیل سے یہ بھی آگے بڑھے اور انہوں نے دورے کیے۔

جناب والا! درحقیقت ہم حکومت کے خیر خواہ ہیں اور یہ تنخواہ دار ملازم اتنے خیر خواہ نہیں ہیں جتنا ہم بے لوث قیادت میں رہتے ہوئے چاہتے ہیں کہ اس ملک کا تحفظ ہو، وزیر کا بھی تحفظ ہو، ممبر کا بھی تحفظ ہو۔ بیواؤں اور بچوں کا بھی تحفظ ہو، یتیموں کا بھی تحفظ ہو، سکول کے بچوں کا بھی تحفظ ہو ہم کسی چیز کو اپنے لیے ذاتی انا کا مسئلہ نہیں بناتے۔ لہذا ہمیں چاہیئے کہ اس چاردیواری سے نکلیں اور ان غریبوں کے درد میں شریک ہو جائیں اور معلوم کریں کہ ان کے کیا حالات ہیں لیکن آپ نے سنا ہو گا۔ آپ نے دیکھا اس لئے نہیں ہو گا کہ آپ اس وقت وہاں تشریف فرما نہیں تھے لیکن آپ نے ضرور سنا ہو گا کہ چار پانچ افراد کو یزیدیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے زندہ لکڑی کے ٹال میں جلا دیا گیا۔ ایسا تو ہندو بھی نہیں کر سکتا۔ یہ کیوں ہوا۔ یہ اس لیے ہوا کہ ہم میں باغی لوگ ہیں اور باغی لوگوں نے لوگوں کو ورغلایا اور ورغلانے کے بعد وہ پرواز کر گئے۔ اس کے بعد ان لوگوں نے بھائی سے بھائی کو لڑایا۔ ہر گھر یتیم خانہ بن چکا تھا۔ ہر گھر خون کے آنسو رو رہا تھا۔ وہ کیوں رو رہا تھا اس لئے کہ اس بستی سے صبح جو آدمی دکان پر جانے کے لئے نکلا واپس اس کی لاش آ رہی ہے اور پھر ان لوگوں کو مارا جو کہ بالکل غریب تھے، بالکل محنت کش تھے اور بالکل پتھر کوٹنے والے تھے ان کو مارا گیا۔ ان کو کاٹا گیا، ان کو ذبح بھی کیا گیا تو یہ کیسی انسانیت ہے کہ سات گھنٹے مسلسل جنگ ہو رہی ہے لیکن حکومت کے کارکنوں کو کوئی ہوش نہیں ہے کیا وجہ ہے کہ افواج پاکستان اربوں روپے جن کے بجٹ پر خرچ ہوتے ہیں ان غریب علاقوں اور اس کورنگی کی بستی میں نہیں پہنچ

[Mr. Abdur Rahim Mir Dad Khel]

سکیں، وہ چابکدستی سے آگے نہیں بڑھ سکیں۔ جب ہم پارلیمنٹ کے اراکین وہاں گئے تو ہمیں ایک ایک جگہ پر روکا گیا اور تلاشی لی گئی اور جب ہم نے کارڈ دکھایا کہ بھئی ہم پارلیمنٹ کے ممبر ہیں تو تلاشی لینے والوں لوگوں نے کہا کہ آپ تو جاسوس معلوم ہوتے ہیں۔ یہ ان کی ذہنیت کا تقاضا تھا اور وہ بہت فخر کرتے تھے کہ انہوں نے تو بہت بڑا کارنامہ کیا کہ پارلیمنٹ کے اراکین کو روکا، ان کی تلاشی لی اور جو اذیت ہم پارلیمنٹ کے اراکین کو وہ ذہنی طور پر پہنچانا چاہتے تھے وہ پہنچا دی تو یہ ان کا بہت بڑا کارنامہ تھا۔ بس اس کے علاوہ ان کا کوئی کارنامہ نہیں تھا۔

میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس وقت پاکستان کی سالمیت اور بقا کے لیئے ایک بڑے اچھے انداز میں پلان بنانا ہوگا اور جہاں شرپسند عناصر ہیں وہاں ان شرپسند عناصر کی کڑی نگرانی کرنی ہوگی، تب جا کر ہمارے محلے، ہمارے بازار اور ہمارے کوچے محفوظ رہ سکتے ہیں، ورنہ وہ لوگ حق بجانب ہوں گے کہ وہ اٹھ کھڑے ہوں اور پھر نہ پارلیمنٹ کے ممبران کے بس کی بات ہوگی۔ نہ ان وزیروں کے بس کی بات ہوگی اور نہ کسی اور کی ہوگی اور پھر ان کا اپنا قانون ہوگا اور وہ مظاہرہ کریں گے میں یہ چاہتا ہوں کہ اس ملک کی سالمیت اور بقا کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے مثبت انداز میں ایک منصوبہ بنانا چاہیئے، و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جناب سید عباس شاہ صاحب۔

سید عباس شاہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، جناب چیئرمین! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا کہ اس بحث میں حصہ لوں، کراچی کے فسادات پاکستان کی قوم کے لئے ایک تنبیہہ ایک وارننگ اور چیلنج ہیں۔ ۴۰ سال پہلے پاکستان ایک ملت واحدہ کی صورت میں ابھرا، اس زمانے میں ہندوستان کے مسلمانوں، پاکستان کے اس حصے کے مسلمانوں نے جس میں آج کی ہماری نسل کے زیادہ تر آباؤ اجداد شامل تھے جن میں سے کچھ لوگ اب بھی ہیں، ایک امت واحدہ کے طور پر اس ملک کی بنیاد رکھی تھی، لیکن آج افسوس کی بات ہے کہ ۴۰ سال بعد ہم قومیت، صوبائیت، فرقہ واریت میں جیسے ہندوؤں کی ذات پات کی تقسیم تھی، ہم بٹ گئے اور آج یہ نفرتیں اور یہ کینے اس خاندان میں اس گھر میں پیدا ہوئے جو ایک مسلمان قوم کا گھر ہے جہاں ہم پاکستان میں پاکستانی قوم کی حیثیت سے آباد ہیں اور اس ملک سے دنیا کے ہر خطے کے مسلمان کے لیے ایک امید پیدا ہوئی تھی کیونکہ پاکستان ایک نظریاتی ملک کے طور پر ابھرا تھا، پاکستان ایک امید تھی جو کہ سنکیانگ کے مسلمانوں کے لئے بھی تھی، ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے بھی تھی اور جہاں بھی مسلمان آباد تھے ان کے لئے ایک امید تھی، لیکن کراچی کے ان

فسادات نے ہمیں ہلا کر رکھ دیا ہے ہمیں یہ وارننگ دے دی کہ آپ کی یہ قوم جس حیثیت میں ابھری تھی وہ آج نہیں ہے۔ ہمیں سمجھنا چاہیئے کہ یہ واقعات آج پٹھان سندھی بلوچی اور مہاجر کی حیثیت سے جنم لے رہے ہیں، کیا مہاجر کی بیٹی ایک پٹھان کی بیٹی نہیں ہے، کیا ایک مہاجر کا بچہ جو ہے وہ پٹھان کا بچہ نہیں ہے یا پٹھان کا بچہ مہاجر یا سندھی کا بچہ نہیں ہے، ہم تو بھائی بھائی ہیں۔ آج کیا ہو گیا کہ ایک دوسرے کے خون سے ہولی کھیل رہے ہیں۔

اس ایوان میں میرے کچھ بزرگوں نے یہ آواز اٹھائی کہ اس میں باہر کا ہاتھ تھا، یقیناً باہر کا ہاتھ ہوتا ہے جس وقت آپس میں ایسے حالات پیدا ہوتے ہیں، ۴۰ سال پہلے باہر کا ہاتھ کیوں نہیں تھا اس وقت جس وقت ہندو آبادی ہم میں قائم تھی، ہم کو کیوں نہیں توڑ سکی، آج ہمیں کیوں توڑ رہی ہے، آج ہمیں سوچنا چاہیئے کہ کیا ہم اس ملک میں ایک پاکستانی کی حیثیت سے رہنا چاہتے ہیں، اگر ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ ہم اس ملک میں سندھی بلوچی پنجابی اور پٹھان کی حیثیت میں رہنا چاہتے ہیں تو اس ملک کی بقا کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ ہمیں یہ سوچنا چاہیئے کہ ہمارے ساتھ یہ کیوں ہو رہا ہے۔ کئی لوگوں نے، کئی بزرگوں نے یہ ذکر کیا کہ حکومت ناکام ہو گئی، کئی بزرگ یہ ذکر کر رہے ہیں کہ فلاں کی وجہ سے ہوا، صوبائی حکومت سے ہوا ہے لیکن واقعات حکومت کی وجہ سے نہیں عوام کی وجہ سے خراب ہوتے ہیں۔ اس ملک کے عوام کون ہیں، ہم ایک مسلمان کی حیثیت سے آئے ہیں اور صرف کراچی میں مہاجر یا سندھی یا بلوچی کی بات ہو رہی ہے، مہاجر تو نہ اب پنجاب میں رہا ہے نہ فرنٹیئر میں آج تک ہم نے کبھی بھی فرق نہیں کیا ہمیں تو مہاجر نظر نہیں آ رہا ہے۔ ۴۰ سال کے بعد ہم ہر ایک کو پاکستانی سمجھتے ہیں۔ یہ واقعات اس شہر میں ہو رہے ہیں جس شہر میں استحصال ہے، جہاں پر ایک طبقہ پیدا ہو گیا ہے جو کہ ان حالات کو ایکسپلائٹ کر رہا ہے، ایک امیر طبقہ، ایک سرمایہ دار طبقہ ایک وہ طبقہ جس کو دفتر شاہی کہتے ہیں، یقیناً ہم اس ایوان میں اور باہر اپنی دفتر شاہی کے خلاف بولتے رہے ہیں، لیکن میں ایک چیز عرض کرتا ہوں جو کہ میرے ذہن میں ہے کہ ہر ملک کی بقا کے لیے ایک دیانتدار بیوروکریسی کی ضرورت ہوتی ہے۔ دفتر شاہی قوم کی کریم ہوتی ہے۔ لیکن اس سسٹم کے لیے عوام اور دفتر شاہی کے درمیان ایک پل ہونا چاہیئے یہ پل سیاست دان ہوتے ہیں اور یہ پل پچھلے ۳۰، ۳۵ سال سے ٹوٹا ہوا ہے، عوام اور دفتر شاہی کا کوئی رابطہ نہیں ہے، دفتر شاہی کو بھی پچھلے ۱۵، ۲۰ سال سے جب عدم تحفظ محسوس ہوا تو وہ بھی اپنے ذاتی مفاد میں آ گئے ہیں۔ اگر قوم کی وہ کلاس جو کہ سب سے زیادہ تعلیم یافتہ ہے ہماری خواندگی شرح

[Syed Abbas Shah]

آپ اس ملک میں دیکھیں تو جنرل عوام جو ہے وہ ناخواندہ ہے میں کہوں گا کہ بے علم ہے صرف وہ کلاس جو کہ دفتر شاہی میں قائم ہے وہ تعلیم یافتہ ہے اس پر ایک ذمہ داری عائد ہوتی ہے میں ان چہروں کو جو کہ کرپشن کے طور پر یا مختلف شکلوں میں آ رہی ہیں ان سے بالاتر ہو کر یہ کہوں گا کہ ہماری دفتر شاہی کو بھی ایک رول ادا کرنا ہے اس پر ایک ذمہ داری ہے وہ یا میرا بھائی ہے یا میرا بیٹا ہے یا میرا چچا ہے وہ کسی اور جگہ سے نہیں آیا اسی سرزمین کی پیدائش ہے اسی مٹی کی پیدائش ہے۔ اس پر بھی قوم کا یہ حق ہے کہ وہ سب کو آگے بڑھانے کے لئے ایک راستہ کھولے۔ میں سمجھتا ہوں کہ دنیا میں کسی قوم کی بقا کے لیے جمہوریت کی ضرورت ہے اور جمہوریت اس ملک میں ختم ہو چکی ہے کیونکہ یہ ایک عمل ہے جس میں تنقید اور قومی آواز کو ان ایوانوں تک پہنچایا جاتا ہے جس کا ذکر ہوتا ہے کہ ہمارے سیکرٹریٹ میں عام آدمی نہیں پہنچ سکتا۔ ہمارے بنگلوں میں نہیں پہنچ سکتا، لیکن عوامی نمائندے اگر اس آواز کو سیکرٹریٹ میں پہنچا سکتے ہیں، جہاں ہمیں ایک strong بیوروکریسی کی ضرورت ہے، اس لیے نہیں کہ وہ ہم پر حکومت کرے، اس لئے کہ اس ملک کی خدمت کرے، اس ملک کی ترقی، بقا اور اس کو آگے بڑھانے کے لئے ایک راستہ نکالے، اور اس کے لیے ایک پل چاہیئے، میں تنبیہہ کے طور پر اس بات کو ضروری سمجھتا ہوں، کہ دو تین پارٹیاں اس ملک میں قومی سطح پر اس آٹھ سالہ یا ۲۰ سالہ مارشل لاء میں ظہور میں آئی ہیں، یہ مارشل لاء دوسرا مارشل لاء اور درمیان میں عوامی دور کو بھی میں مارشل لاء ہی کا دور سمجھتا ہوں، کیونکہ اس وقت جمہوریت کو تقویت نہیں ملی تھی، کل کا جو کراچی کا میگزین ہے اس میں ہماری ایک جماعت، جس کو یقیناً ہم جماعت کے طور پر قابل قدر سمجھتے ہیں، جس کو جماعت اسلامی کہا جاتا ہے ان دسمبر کے واقعات کے بارے میں ان کے مختلف لیڈروں کے بیانات کے اقتباسات ہیں، جن میں قومی اسمبلی میں کراچی کے یا پشاور کے مختلف ممبران نے ایک دوسرے پر تنقید کی ایک نے اس پالیسی کو سراہا، دوسرے نے اس پالیسی کی مخالفت کی۔ کراچی کے فسادات کے بعد یہ پھوٹ ایک ایسی پارٹی میں آ گئی تو یہ سمجھیں کہ قوم میں ہر جگہ پھوٹ پڑنے کی ایک وارننگ ہمیں مل رہی ہے۔ ہمیں سوچنا چاہیئے کہ جس پارٹی کے متعلق میں یہ کہوں گا کہ یہ ایک ڈسپلن والی پارٹی ہے، میں اس پارٹی سے تعلق نہیں رکھتا لیکن اس پارٹی کے ممبران اور stalwart ممبران جو آج کے بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہیں: (مداخلت)

قاضی حسین احمد: اخبار کے ذریعے سے اور اخباری سٹیٹمنٹ کے ذریعے سے آپ کیسے اس آگسٹ ہاؤس میں یہ الزام لگا رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: جب آپ کی باری آئے گی، قاضی صاحب آپ اس کا جواب دے دیجئے۔

سید عباس شاہ: جناب والا! میں نے کوئی الزام نہیں لگایا۔

قاضی حسین احمد: جناب والا! غلط سٹیٹمنٹ دے رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: ان کو کہنے دیں، جب آپ کی باری آئے گی آپ اس کی تردید کر دیں۔

قاضی حسین احمد: میں نے تردید ہی کے لیے یہ موقع استعمال کیا ہے۔

جناب چیئرمین: سن لیا ہے، جاری رکھیئے۔

سید عباس شاہ: جناب والا! میں تھوڑی سی صفائی پیش کرنا چاہتا ہوں یہ موقع ایسا ہے اور یہ سبجیکٹ ایسا ہے کہ پارٹی سے بالاتر ہو کر میں ایک پاکستانی کی حیثیت سے اس پر بول رہا ہوں میں نے کبھی آپ پر یہ اعتراض نہیں کیا کہ آپ نے کوئی غلطی کی ہے صرف آپ کے اخبار جسارت کی کٹنگ پیش کر رہا ہوں، کہ مختلف تقاریر میں وہ بیانات آگئے جس سے ہمیں وارننگ مل رہی ہے۔ اس وارننگ کو اس طوفان کو روکنے کے لیے جو میرے اپنے خیالات ہیں ان کو میں آپ کے سامنے ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ میں مسلم لیگ سے تعلق رکھتا ہوں اور میں فخر سے کہتا ہوں کہ یہ تنقید آج تک پاکستان میں کسی پارٹی نے برداشت نہیں کی، ہر اخبار کو اجازت ہے کہ محمد خان جونیجو پر جو کہ مسلم لیگ کا قائد ہے تنقید کرے، ہر ممبر کو اجازت ہے کہ وہ تنقید کرے۔ اس نے کھلے دل سے پہلی بار یہ ثابت کر دیا کہ جمہوریت اس ملک میں قائم ہے اور ہم تنقید سننے کے لئے تیار ہیں، اور ہم میں جرأت ہے کہ ہم اس تنقید کو برداشت کریں، یہ پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار ہوا ہے پچھلا عوامی دور بھی یہ نہیں کر سکا تھا، اس وقت اس ملک میں کوئی ایمرجنسی نافذ نہیں ہے کوئی مارشل لاء نہیں ہے، ہم ایک جمہوریت اور ایک عدلیہ کے طور پر یہاں کام کر رہے ہیں اور ہر قسم کی تنقید کو برداشت کرنے کی ہم میں جرأت ہے اور ہماری کوشش ہے کہ اس کو بہتر سے بہترین کر سکیں۔

جناب والا! آپ اس دو سال میں دیکھیں کہ کسی اخبار نے تنقید کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا اگر اس کو ہم میں کوئی تنقیدی بات نظر آئی ہو، ہو سکتا ہے اس کی ہم سے نظریاتی مخالفت ہو، ہم نے اپنے طور پر اس بات کو پڑھا ہو، لیکن ہم نے اجازت دی اور کسی کو نہیں روکا، دوسری بات یہاں پر میں یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کیونکہ بات پارٹی پر آگئی ہے، مسلم لیگ

[Syed Abbas Shah]

کی کسی میٹنگ کو ہم نے کسی طور پر ڈ وی پر نہیں دکھایا، اور نہ وہ پروجیکٹ ہو سکا، یہ جو جمہوریت کی مثال ہم دے رہے ہیں، حالانکہ ہماری ٹریننگ ختم ہو گئی تھی ۲۰ سال کا اگر خلا آ جائے تو یقیناً کوتاہیاں ہوں گی، لیکن جس راستے پر اور جس طریقے سے ہماری پارٹی اس ملک کو چلا رہی ہے یہ انشاءاللہ ایک کامیابی کی راہ ہے اور ہم پارٹی سے یہ امید رکھتے ہیں کہ وہ اپنے نظریات کے اندر اس ملک کی کامیابی کے لئے، جمہوریت کی بقا کے لئے کوشش کرے گی۔ آئیں ہمارے ہاتھ مضبوط کریں تاکہ ہم آگے بڑھیں اور آئندہ الیکشن جو کہ وقت پر ہونے ہیں، اس میں ہم ایک دوسرے کے ساتھ مقابلے کے لئے تیار ہیں، انشاءاللہ مقابلہ ہو گا اور قوم اس کو ووٹ دے گی جو اپنی پرفارمنس سے اپنے آپ کو اہل ثابت کرے گا۔

میں اب دوبارہ کراچی کے واقعات کی طرف آتا ہوں ہمیں ایک مسلمان قوم کی طرح ابھرنا ہے کیونکہ دنیا میں دو نظریاتی ملک بن چکے ہیں، ایک پاکستان اور دوسرا اسرائیل، وہ اپنے نظریات پر قائم ہے اور ہمیں اپنے نظریات کو سامنے رکھ کر وہ سارے ایکٹ کرنے چاہئیں جو اس ملک کی بقا کے لئے ضروری ہیں۔ ہمیں اپنے نظریات قائم کرنے کے لئے آگے بڑھنا چاہئیے۔ چاہے ہمارے اپنے بھائی نے برائی کی ہو ہمیں اس کو سامنے لانا چاہئیے۔ اگر ایک سال پہلے ایک ایکسیڈنٹ کی وجہ سے ایک واقعہ ظہور پذیر ہوا تھا تو اس وقت اگر مہاجر زیادتی کر رہا تھا تو دوسرے مہاجر کو اٹھنا چاہئیے تھا اور اپنے بھائی کو روکنا چاہئیے تھا۔ سڑکوں پر ہزاروں ایکسیڈنٹ ہوتے ہیں اور کئی خاندان اس میں تباہ ہوتے ہیں، میں آج وہ بات کرنا چاہتا ہوں جس سے ایک عام آدمی ڈر رہا ہے کہ اس نازک موقع پر مجھ پر یہ لیبل نہ لگ جائے کہ میں پٹھان کے لئے بات کر رہا ہوں، یا سندھی اور بلوچی کے لیے بات کر رہا ہوں، لیکن ایک پاکستانی کی حیثیت سے اس وقت ہر مہاجر کو اٹھنا چاہئیے تھا، اس ہاتھ کو روکنا چاہئیے تھا جو کہ پٹھان کے گلے پر پڑ رہا تھا اور اسی طرح ہر پٹھان کو اٹھنا چاہئیے اور اپنے پٹھان کے گلے میں پہلے ہاتھ ڈالنا چاہئیے تھا اگر اس نے مہاجر کے ساتھ زیادتی کی تھی تب تو ہماری بقا ہو سکتی ہے، تب ہماری کامیابی ہو سکتی ہے، تب یہ ملک ایک مسلمان ملک کی حیثیت سے سامنے آ سکتا ہے لیکن اگر ایسے حالات میں کہ میں علاقائیت میں آ جاؤں کہ ہمارے پٹھان کے ساتھ یہ ہوا، اس نے اگر غلط بھی کیا تو میں اس کو اچھا کہوں، نہیں کبھی بھی میں یہ نہیں کہوں گا، کبھی بھی ہمیں یہ نہیں کہنا چاہئیے ہم میں یہ جرأت ہونی چاہئیے کہ جو چیز بری ہو، اسے برا کہیں، جو چیز اچھی ہو، اس کو اچھا کہیں، کیونکہ ایسے موقع پر

جب ہم چاروں طرف سے مشکلات میں گھرے ہوئے ہیں، باہر کے حالات، سرحدی حالات، جغرافیائی حالات کے علاوہ ہمیں ملک کے اندر ففتھ کالمسٹ سے مقابلہ کرنا ہے۔ ہمارے باہر کے حالات بھی ایسے ہیں جن کا ہمیں مقابلہ کرنا ہے۔

جناب والا! اس وقت افغان مہاجرین کی ایک بات اٹھی، یقیناً ہم پاکستانی قوم پاکستانی عوام افغان مہاجرین کے مسئلے کو ایک ایسا مسئلہ سمجھتے ہیں کہ ان کے ساتھ اور ان کے ملک کے ساتھ یقیناً زیادتی ہو رہی ہے۔ لیکن جو فیصلہ کیا گیا اور ۳۰ لاکھ آبادی ہم نے اپنی زمین پر منتقل کر لی ہے یہ تاریخ میں کبھی نہیں ہوا اور ایسا نہیں ہونا چاہیئے تھا، یہ ہماری فارن پالیسی جو تھی یہ عوامی نہیں تھی، ایک بیوروکریسی جو کہ عوام سے کٹی ہوئی تھی، اس کی فارن پالیسی تھی،

we uphold their demand, we support their demand.

لیکن یہ ہماری استطاعت سے باہر ہے کہ ہم ان کو اپنی زمین پر ٹرانسفر کریں، آج جب وہ آ گئے تو ہمیں حالات کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اگر غلط فیصلہ ہوا ہے تو اس کو ہمیں سنبھالنا ہے اور کھلے دل سے اس کا مقابلہ کرنا چاہیئے، سندھ، کراچی اور پنجاب کے لوگوں کو یہ محسوس نہیں کرنا چاہیئے، اگر ۳۰ لاکھ آبادی صوبہ سرحد برداشت کر رہی ہے تو ۲۰ ہزار یا ۳۰ ہزار مہاجروں کو انہیں بھی برداشت کرنا چاہیئے چونکہ یہ تکلیف صرف میری ایک انگلی میں نہیں ہے بلکہ سارے جسم میں یہ تکلیف ہے اگر سارے جسم میں تکلیف ہے تو سارے جسم کو برداشت کرنا چاہیئے، چونکہ ہم ایک قوم ہیں اور ایک چیز ہیں، وہ اس سرزمین پر جب تک ہیں ہمیں ان کو پناہ دینی چاہیئے، اور ہمیں ان کے حقوق کو تحفظ دینا چاہیئے۔ کیونکہ ہم نے اسلامی بھائی چارے کے طور پر ان کو قبول کیا ہے لہذا ہمیں ان کو قبول کرنا چاہیئے۔ میں اپنی تقریر کے اختتام پر یہ شعر کہوں گا۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پر آ سکتا نہیں
محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

جناب چیئرمین : شکریہ۔ جناب جاوید جبار صاحب۔

جناب جاوید جبار : جناب چیئرمین! اس سے پہلے کہ میں اپنے خیالات اور گزارشات پیش کروں، میں یہ چاہوں گا کہ اس بحث کے موضوع کے الفاظ پر کچھ غور کیا جائے اور میں اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کروں گا کہ اس موشن کو جس انداز میں پیش کیا گیا ہے اور ہم جس

[Mr. Javed Jabbar]

سنگین صورتِ حال سے گزر رہے ہیں اس سے یہ بالکل نا انصافی ہے۔ کیونکہ موشن میں کہا ہے کہ

> "To move that this honourable House may discuss the law and order situation arising out of the recent riots in Karachi and its consequences".

Mr. Chairman : One correction. The word 'riot' was changed subsequently on the demand of the House to 'unfortunate happenings in Karachi and its consequences' This is what the Orders of the Day says.

جناب جاوید جبار : لیکن چیئرمین صاحب گزارش میری یہ ہے کہ اگر unforturnate happenings کو آپ وہاں رکھ دیں باوجود اس کے اس کا جو بنیادی مقصد بنتا ہے وہ کچھ ایسا لگتا ہے کہ محض اسے ایک پولیس بریک ڈاؤن کی روشنی میں ڈسکس کیا جائے۔ باوجود اس کے میرے بیشتر دوستوں نے اس کے کئی اور پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن یہاں لکھنا چاہیئے تھا کہ اس کی کیا وجوہات ہیں۔ یہ ہے consequences تو ہم اس کی قیمت کراچی میں ادا کر رہے ہیں۔ وزیر داخلہ صاحب کو اس کا کیسے اندازہ ہو سکتا ہے جبکہ انہوں نے خود ہمارے غریب شہر میں آنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی۔ تو میں یہ عرض کروں گا کہ بجائے اس کے کہ break down of law and order machinery لکھا جاتا یہ کہتے ہیں کہ situation arising out of law and order حقیقت یہ ہے کہ یہ arising out of نہیں بلکہ یہ لا اینڈ آرڈر سچوایشن خود ایک نتیجہ ہے حکومت اور ہماری سماجی پالیسیوں کا۔ یہ ہمارے کراچی کے عوام اور پاکستان کے عوام کے ساتھ بڑی زیادتی ہے کہ اس موشن کو اس زبان میں پیش کیا گیا۔

جناب چیئرمین! میں اس بات پر زیادہ زور دونگا کہ اس سچوایشن کے کئی پہلو ہیں، سماجی، اقتصادی، خاص طور پر اقتصادی، کہ کراچی کی موجودہ صورتِ حال سے پہلے ۴۰ سال پہلے سے جو ناانصافیاں ہو رہی ہیں اس کی ایک بہت بڑی داستان ہے اور یہ محض اس کی سب سے بڑی کڑی اور بُری کڑی ہے اور اس پر بھی ہمیں زور دینا چاہیئے کہ یہ صورتِ حال پیدا کرنے میں نہ صرف تاریخ میں جو وجوہات آ رہی ہیں اور ہمارے معاشرے کی جو روایتی جہالت ہے جس میں افواہیں اور غلط فہمیاں پھیلائی جا سکتی ہیں اس کا عمل دخل ہے بلکہ ایسا ماحول جہاں پر ابلاغ عامہ پر حکومت کا اتنا سخت کنٹرول

ہے کہ سچ بات پوری طرح کبھی بھی ہمارے ابلاغ عامہ کے ذریعے پیش نہیں کی جا سکتی۔ یہ اس پورے ماحول کا ایک نتیجہ ہے۔ رہی یہ بات کہ کچھ بیرون ملک سے ایجنٹوں نے آکر ہمارے معصوم پاکستانی بھائیوں کو ایک دوسرے پر حملہ کرنے پر راضی کیا یا اکسایا۔ تو میں چاہوں گا کہ اپنے بھائیوں سے یہ عرض کروں کہ مجھے گزشتہ ہفتے کئی ایسی شخصیات سے ملاقات کا موقع ملا جس دوران میرے ساتھ قومی اسمبلی کے ایک اور سینیٹ کے ایک رکن بھی موجود تھے۔ یہ وہ شخص تھا جس نے اپنے سامنے اپنے بیٹے کو ہلاک ہوتے ہوئے دیکھا اپنی بہو پر حملہ ہوتے ہوئے دیکھا اور خود اس کے بازو کو جلایا گیا اور اس پر گولی چلائی گئی۔ ہم نے اس سے پوچھا کہ آپ پر کس نے یہ ظلم کیا ہے۔ تو اسے اس حالت میں بھی شرم آنے لگی، کیونکہ اس نے کہا کہ دو شخصیات کو تو میں خود شناخت کر سکتا ہوں۔ ایک وہ شخص جو ۱۸ سال سے اس کے محلے میں اس کے ساتھ نماز پڑھتا رہا۔ اور دوسرا شخص اسی میں چندہ جمع کرتا تھا۔ تو ہم کب تک اس کو فریب میں رکھیں گے کہ یہ ایجنٹوں کا کام تھا۔ اگر ایجنٹوں کا کام تھا، تو ذمہ داری پاکستانی قوم اور اس کی انتظامیہ کی ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم کھلے دل اور کھلی آنکھوں کے ساتھ اس کو تسلیم کریں۔ حکومت، جو یہ سمجھتی ہے کہ تنقید اس کی ایک کمزوری ہو جائے گی۔ ہر ایک شخص جو پاکستان میں اقتدار پر بیٹھتا ہے وہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ خود پر تنقید برداشت نہیں کر سکتا۔ اگر ہم یہ تنقید نہیں کریں گے تو پھر ہمیں جو اس طرح کی انسانی فطرت کی جو جھلک نظر آتی کہ برسوں ساتھ بیٹھ کر کھانا کھائیں، نماز پڑھیں، اور پھر ایک لمحے میں بے خوف اور جہالت کی وجہ سے ایک دوسرے کی جان لیں کیسے دیکھ سکیں گے۔ میں یہ کہوں گا کہ انسان کی فطرت کا یہ ایک پہلو ہے اور ہمیں یہ کہہ کر اس سارے سبق کو نہیں بھولنا چاہیئے۔

جناب چیئرمین! میں اس وقت سندھ کا نہیں، نہ ہی سینیٹ کے ایک رکن کی حیثیت سے، بلکہ eye witness کی حیثیت سے میں اپنے خیالات آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔

اس دن ایک دوست نے غلط فہمی کی وجہ سے گرما گرمی پیدا کر دی اور کچھ غلط فہمی پیدا کر دی۔ کہ کچھ گھنٹوں ہی میں، میں پہلا پارلیمنٹ کا رکن تھا جو وہاں پہنچا، یقین مانیں میرا یہ مطلب نہیں تھا کہ میں احسان جتاؤں یا اپنی لیڈری کی بات کروں یا یہ کہوں کہ آپ سے زیادہ ہمدردی رکھتا ہوں۔ میں صرف اس بات پر زور دینا چاہتا تھا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے ایسے مناظر دیکھے جس سے میں زیادہ اداس ہوا اور یہ فیصلہ کیا کہ باوجود کرفیو کے اور انتظامیہ کی رکاوٹوں کے

[Mr. Javed Jabbar]

جوانہوں نے کھڑی کیں اور مجھے کرفیو پاس دینے سے انکار کیا۔ میں نے ارادہ کیا کہ ہر روز اس صورت حال کو سمجھنے اور اس سے سیکھنے کے لئے شہر کے ہر حصے میں جاؤں گا بغیر کسی پولیس سکواڈ کے بغیر کسی ممبر پارلیمنٹ کے اگر وہ نہیں آسکتے میرے ساتھ۔ میں جو بھی بات کروں گا وہ عوام کی اصل بات آپ تک پہنچاؤں گا اور یہ نہ کروں گا کہ احسان جتاؤں۔

جناب چیئرمین! میں اس بات پر زور دوں گا کہ جب ۱۴ دسمبر کو ہمارے ٹروپس اورنگی میں چھ گھنٹے کے بعد پہنچے تو حیرت کی یہ بات ہے کہ کراچی ہاسپٹل میں سندھ صوبے کا ایک بھی ذمہ دار شخص موجود نہیں تھا۔ حالت یہ تھی کہ دوسری جنگ عظیم کی ہم فلمیں دیکھا کرتے تھے سینکڑوں کے حساب سے لوگ لائے جا رہے ہیں جن میں لاشیں بھی ہیں زخمی بھی ہیں اور کچھ ایسا سماں تھا جیسے کراچی پر آکر کسی باہر کے ملک نے بمباری کر دی ہو۔ انتظامیہ کا کوئی نشان موجود نہیں تھا۔ اس وقت صرف کراچی ہاسپٹل کے سٹاف اور کراچی کے شہریوں نے مدد کی۔ ایسے ماحول میں ضروری ادویات جو ہسپتال میں موجود ہونی چاہیئے تھیں وہ بھی موجود نہیں تھیں۔

جناب چیئرمین! کئی سو افراد جو براہ راست اس سے متاثر ہوئے۔ ایک سو سے زیادہ گھروں میں جو جلائے گئے تھے میں خود گیا۔ ان گھروں میں اکثریت ایسے گھروں کی تھی جن کی ماہانہ آمدنی چھ سو روپے سے لیکر آٹھ سو یا زیادہ سے زیادہ بارہ سو روپے تھی، جنہوں نے کئی سالوں سے اپنی بیٹیوں کے جہیز کے لئے، اپنی بنیادی ضرورتوں کے لئے پیسے جمع کئے تھے۔ میں ساری تقریر میں کوشش کروں گا کہ نہ مہاجر اور نہ پٹھان کا لفظ استعمال کروں۔ کیوں کہ میں یہ بات تسلیم ہی نہیں کرتا کہ یہ فساد بنیادی طور پر مہاجر اور پٹھان کا فساد تھا۔ یہ ہمارے اقتصادی، سماجی اور انتظامی سیاسی بحران کا نتیجہ تھا۔ ان غریب گھرانوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن تک جلائے گئے تو پھر جب مجھے لیکچر یہ دیا جاتا ہے کہ اسلام کی روشنی میں مسئلے کو سمجھنے کی کوشش کریں تو میں صرف اس حد تک یہ کہوں گا کہ ہمیں منافقت ختم کرنی چاہیئے، ہمیں تسلیم کرنا چاہیئے کہ اسلام کو misuse کرنا ہماری ایک روایت بن گئی ہے۔ اگر قرآن کو جلایا جا سکتا ہو تو ہم کس منہ سے اسلام کا نام لیتے ہیں۔

جناب چیئرمین! کم سے کم پچاس ایسی دکانوں کو بھی میں نے خود دیکھا ہے جن کو جلایا گیا۔ اور میں نے کوشش یہ کی کہ اپنے ساتھ کبھی کبھی وڈیو کیمرا بھی لے کر جاؤں تاکہ یہ تجربہ براہ راست ہمیشہ کے لئے محفوظ کر لیا جائے۔ کراچی کی خواہ کوئی بھی بستی ہو ان کے سارے انٹرویوز میرے پاس محفوظ ہیں۔ میں

نے خاص طور پر اس کو اس لیے ریکارڈ کیا کہ مجھے بہت افسوس ہوا کہ سارے دن کے ٹور کے بعد جب میں گھر آ کر ٹی وی کو آن کیا کرتا تھا تو ساڑھے نو بجے کے قریب خبرنامے کے بعد باقاعدہ سوٹ پہن کر جیسے میں ٹائی پہن کر اس وقت کھڑا ہوا ہوں آپ کے سامنے شہر کی مختلف بزرگ شخصیات کو ٹی وی سٹوڈیو میں بلایا گیا اور وہاں بیٹھ کر امن و امان کی اپیل براڈکاسٹ کی گئی جن کا کوئی تعلق حقیقت کے ساتھ نہیں تھا۔ ان میں سے ایک بھی انٹرویو نہیں دیکھا جو کچی آبادیوں، گلیوں میں جا کر جلے ہوئے گھروں کے باشندوں سے لئے گئے ہوں۔ کیونکہ وہ ایسے زبردست شہری تھے کہ باوجود اس کے کہ ان کی تمام چیزیں تباہ ہو گئیں پھر بھی ان کا پاکستان پر کچھ یقین باقی تھا۔ پھر بھی کچھ محبت باقی تھی۔ جیسا کہ شروع میں میں نے عرض کیا تھا کہ ابلاغ عامہ پر ہماری جو منافقت ہوتی ہے وہ شام کو جب میں دیکھتا تھا تو میں سمجھتا تھا کہ یہ ایک مذاق ہے۔ یہ ایک توہین ہے اسی لئے میں نے خود اپنا ایک وڈیو ٹیپ ریکارڈ رکھا ہے۔

لہذا جناب چیئرمین! جب میں اس بات پر آتا ہوں کہ جب پرائم منسٹر صاحب کراچی تشریف لائے، اور انہوں نے ایک میٹنگ بلائی تو کیوں میں نے اس میٹنگ کا بائیکاٹ کیا۔ اس پر بھی اس دن میرے ایک دوست نے بڑا اعتراض کیا۔ تو میں یہ عرض کروں گا کہ میں نے بہت سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا تھا۔ میں جان بوجھ کر اس میٹنگ میں حصہ نہیں لینا چاہتا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ ہمارے وزیراعظم کو کچھ احساس ہو کہ میں کس شدت کے ساتھ اس جذبے کو محسوس کر رہا ہوں اور میرے کیا خیالات ہیں۔ چونکہ اس سے پہلے میں ہر اس میٹنگ میں حاضر ہوا ہوں جس میں ہمیں حکم دیا گیا، کس کے ذریعے؟ کسی اسسٹنٹ کمشنر کے ذریعے یا کسی ایس ڈی ایم کے ذریعے میرے گھر پر ٹیلیفون میسیج چھوڑا جاتا تھا۔ کہ آپ تشریف لے آئیے فلاں جگہ پر فلاں وقت میں۔ چلتے چلتے میں وزیراعظم صاحب کو یہ بھی تجویز دوں گا کہ کم سے کم اپنے سیکرٹریٹ میں، ہر شہر میں کسی ایسے فرد کو رکھیں جس کا کام ہو کہ وہ پارلیمنٹ کے ممبران کو فون کر کے اطلاع دے۔ نہ کہ ہمیں ایس ڈی ایم اور اسسٹنٹ کمشنر کے ذریعے اطلاع پہنچائی جائے۔ یہ خود ایک توہین ہے پارلیمنٹ کی۔ چونکہ وہ اسسٹنٹ کمشنرز ہیں کہ جب میں ان سارے فسادات میں ان کے پیچھے بھاگتا تھا پولیس کے ظلم سے لوگوں کو بچانے کے لئے تو یہ اسسٹنٹ کمشنرز مجھے کبھی نہیں ملتے تھے۔ ڈپٹی کمشنر صاحب نہیں ملتے تھے ہوم سیکرٹری ملتے تھے۔ آئی جی پولیس تک پہنچنا میرے لئے ممکن تھا لیکن اسسٹنٹ کمشنرز اور ڈپٹی کمشنر صاحبان تو ہمارے شہزادے ہیں۔ سارے ملک کے شہزادے ہیں اور ان کے ذریعے پھر مجھے اطلاع

[Mr. Javed Jabbar]

تھی ہے کہ آپ وزیر اعظم سے ملئے اور بتایئے کہ آپ کی کیا تجاویز ہیں۔ میں کیوں جاؤں جبکہ نومبر ۱۹۸۶ء میں کراچی کے گورنر ہاؤس میں، میں نے سارے سائبیوں کی موجودگی میں کہا کہ وزیر اعظم صاحب! یہ جو کراچی کی موجودہ سنگین صورتِ حال ہے اور پاکستان میں ایک تضاد جو چل رہا ہے، جس میں سیاسی سطح پر آپ اقتدار کی نمائندگی کرتے ہیں، دوسری سطح پر ہماری انتظامیہ کا اقتدار اور تیسری سطح پر ہماری فوج کا اقتدار ہے جو کہ موجودہ وقت میں ہمارے صدر اور چیف آف آرمی سٹاف کے ایک شخص ہونے کی وجہ سے اپنی ایک خاص سطح رکھتی ہے۔ میں نے عرض کیا تھا وزیر اعظم سے کہ جب تک آپ اپنے سیاسی کنٹرول کو ان دوسری دو سطحوں پر ایکسر سائز نہیں کریں گے تو یہ تضاد ایک اور بڑا بحران بنے گا۔ کراچی میں پھر فسادات ہوں گے۔ میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ میں حالانکہ حزب اختلاف سے تعلق رکھتا ہوں میں جمہوریت کو سپورٹ کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن کیا ہوا! اس میٹنگ کے بعد نہ کسی نے مجھ سے رابطہ کیا اور نہ مجھے نظر آیا کہ کراچی میں ایک بھی تجویز پر کچھ عملی کارروائی کی گئی ہے۔ وہ سارے حضرات کہاں تھے جب ۱۹۸۵ء میں ٹریفک کے حادثے کی وجہ سے کراچی میں پھر فسادات ہوئے۔ پہلے فسادات ہوئے تو جب صدر صاحب کراچی تشریف لائے، میٹنگ برخاست ہونے سے پہلے میں نے انہیں عرض کیا کہ صدر صاحب! میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ میرے ساتھ اورنگی چلیں۔ حالانکہ میں اورنگی کا نمائندہ نہیں ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ اورنگی ضرور آئیں۔ تو انہوں نے گورنر کی موجودگی میں کہا، لیکن میری تو مجبوری ہے جاوید صاحب مجھے تو ایڈوائس کی گئی ہے کہ میں نہ جاؤں۔ ان کا جملہ تھا کیونکہ ہمارے سارے لیڈران اقتدار میں پہنچ کر اپنے آپ کو انٹیلی جنس ایجنسیز اور ایک پاور سسٹم میں گھر کر بیچ میں اس کے خود وہ قیدی ہو جاتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ وہ عوامی نمائندے کی رائے سنتے انہوں نے ایک گورنر صاحب کی تجویز کو سننا بہتر پسند کیا۔ کیا ہو جاتا اگر وہ اس وقت اورنگی ٹاؤن جاتے۔ اورنگی ٹاؤن صرف اس لئے نہیں جاتے کہ وہاں صرف بہاری رہتے ہیں۔ بلکہ جیسا کہ سب جانتے ہیں وہاں پنجابی رہتے ہیں، پٹھان رہتے ہیں اور مہاجر رہتے ہیں گویا ہر قسم کے لوگ رہتے ہیں اگر وہ اس وقت جاتے اور کچھ وقت وہاں دیتے تو اس کا بہت بڑا نفسیاتی اثر ہوتا کراچی کے شہر میں تو اس وقت میری تجاویز نہیں مانی گئیں پھر میں کیوں دسمبر میں، جب کہ مجھے ان مظلوم علاقوں میں زیادہ وقت اور زیادہ توجہ دینی تھی اور پولیس کے ظلم سے معصوم لوگوں کو بچانا تھا تین چار گھنٹے جا کر پھر بیٹھوں وزیر اعظم کے ساتھ جبکہ مجھے یقین تھا کہ دوسرے میرے ساتھی جن سے میں نے بات کی تھی پہلے، مجھے یقین تھا کہ وہ مجھ سے زیادہ موثر انداز میں ساری تجاویز پیش

کر سکتے ہیں کیونکہ پہلے بھی یہ ہو چکا ہے اور میں اس بات پر خراج عقیدت پیش کروں گا کہ مسلم لیگ کو اور دوسرے گروپس کو مثلاً طیب صاحب کے گروپ کے اراکین نے کئی دفعہ میری موجودگی میں بہت سخت زبان میں وزیراعظم کو کراچی کی صورت حال سے آگاہ کیا ہے۔ لیکن عمل کارروائی نہیں ہوئی۔ اسی لئے میں کہتا ہوں کہ میں نے جان بوجھ کر بائیکاٹ کیا اور مجھے امید ہے کہ وزیراعظم صاحب اس پر کچھ توجہ دیں گے۔ کہا گیا ہے کہ پرائم منسٹر صاحب اور صدر صاحب آخر خود تشریف لے گئے۔ کل میرے دوست اس بات پر بھی بھڑک گئے تھے کہ جی آپ اکیلے آدمی تو نہیں تھے ہم سب کراچی کے متاثرہ علاقوں میں گئے تھے۔ پرائم منسٹر صاحب خود گئے تھے کیسے گئے تھے! پرائم منسٹر صاحب اور صدر صاحب کے سامنے کچھ چار پولیس کے ٹرکس اور پیچھے کچھ چار پولیس کے ٹرکس۔ اگر آپ ایک سو پولیس کے لوگوں کو لے کر متاثرہ علاقوں میں جائیں گے تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ آپ صحیح معنوں میں عوام کے جذبات اور ان کے مسائل کو سمجھ سکتے ہیں یہ بات ضرور ہے کہ ہر حکومت کے سربراہ کو پروٹیکشن کی بہت ضرورت ہوتی ہے لیکن کوئی ایسا وقت آتا ہے کہ سربراہ کو چاہیئے کہ ہمت کرے اور بھول جائے سیکورٹی کو۔ ایسے شہر میں جہاں لوگ پولیس کے تحفظ کے لئے چلا رہے ہیں۔ عوام کو تحفظ نہیں۔ لیکن محض دو افراد کو تحفظ دیا جاتا ہے بڑی بڑی گاڑیوں میں بٹھا کر پولیس والے لے کر آ رہے ہیں ان کو خاص چنی ہوئی جگہوں پر۔ جہاں پر شاید چنے ہوئے لوگوں نے ان کو بتایا ہو کہ کیا ظلم ان کے ساتھ ہوا ہے تو یہ کیا وزٹس تھیں! ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ سول ہسپتال تک نہیں جا سکے۔ کیونکہ لوگوں کے جذبات ایسے تھے کہ مشکل سے انہوں نے میری موجودگی برداشت کی ہے۔

میں گزارش کروں گا وزیراعظم سے اور صدر صاحب سے کہ کبھی بھی ایسے بحران کے وقت روائتی سیکورٹی کا انداز بالکل مسترد کریں، ہمت کریں اور رسک لیکر عوام کے سامنے آئیں اور براہ راست ان سے بات کریں۔ اور صرف اسی سے ان کو معلوم ہو گا کہ عوام کے صحیح مسائل کیا ہیں۔ یہ کہا جاتا ہے کہ یہ صوبائی معاملہ تھا پھر بھی شروع میں کبھی کبھی وزیر داخلہ وہاں گیا۔ لیکن میں یہ بھی عرض کروں کہ ایک بڑی عجیب بات تھی کہ صوبہ سرحد سے وزیراعلیٰ تشریف لاتے ہیں۔ بلوچستان کے وزیراعلیٰ ہمارے صوبے میں چلے آتے ہیں لیکن وزیر داخلہ صاحب نہیں آتے۔ کیوں نہیں آتے! کیا یہ ڈرتے تھے کیونکہ یہ پٹھان ہیں اور کراچی کے دوسرے لوگ کہیں گے کہ جی یہ ایک خاص نقطہ نظر کو اپنائیں گے بالکل نہیں۔ ہمیں یہ چاہئیے تھا کہ ایسے وقت پر وہ یہ ثابت کرنے کہ وہ پاکستانی کی حیثیت سے تشریف لا رہے ہیں نہ کہ صرف ایک پختون کی حیثیت سے۔ کیونکہ ہم کراچی کے یا پاکستان کے لوگ اس طرح کی بات سوچنے

[Mr. Javed Jabbar]

کے لئے تیار ہی نہیں ہیں۔ جبکہ وزیر اعلیٰ سرحد آسکتے تھے اور وزیر اعلیٰ بلوچستان آسکتے تھے تو وزیر داخلہ کو بھی آنا چاہیئے تھا۔ ساتھ ساتھ جناب چیئرمین صاحب! میں بڑے افسوس کے ساتھ کہنا چاہتا ہوں کہ خود سینیٹ نے اس ساری ٹریجڈی میں بہت کمزور رول ادا کیا ہے۔ وہ کیسے! جب سینیٹ کی سٹینڈنگ کمیٹی داخلہ کے معاملات پر موجود ہے کہیں پر میں نے نہیں سنا کہ چیئرمین سینیٹ سٹینڈنگ کمیٹی نے ایک ہنگامی اجلاس کمیٹی ہی کا بلا لیا ہو۔ جبکہ دوسری سٹینڈنگ کمیٹی ماشاءاللہ نبی بخش زہری صاحب کی لیڈرشپ میں کبھی کراچی آرہی ہے، کبھی لاہور آرہی ہے کبھی کوئٹہ جارہی ہے، توانائی کے موضوع پر، تیل کے موضوع پر، لیکن یہاں جب لوگ ہلاک ہوتے ہیں تو سینیٹ کی سٹینڈنگ کمیٹی، سٹنگ کمیٹی بن جاتی ہے، سٹنگ کمیٹی، invisible کمیٹی، سینیٹ کی کمیٹی کے کسی رکن، چیئرمین یا کسی افسر نے کبھی رابطہ قائم نہیں کیا مجھے افسوس ہے کہ بیرداد خیل صاحب تشریف لائے، لیکن شاید وہ اپنی پارٹی کے دائرے میں محدود رہے، جبکہ ایسے وقت کوئی ضرورت نہیں تھی، میرے ساتھ میرے کام میں جماعت اسلامی کے کئی افراد بھی موجود تھے تو میں چاہتا تھا کہ ایسے وقت میں سینیٹ کو بھی ایک ایکٹو رول ادا کرنا چاہیئے تھا۔

میں اس بات پر زور دینا چاہوں گا کہ پاکستان کے عوام کی طرح کراچی کے عوام کی بھاری اکثریت غریب ہے، مخلص ہے اور امن پسند ہے۔ اس کا ایک اور غلط تصور ہے کہ چونکہ کراچی میں بڑا پیسہ ہے، کراچی میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ چونکہ یہ تجارتی شہر ہے۔ کراچی کے لوگ تو مزے اڑاتے ہیں ساری ترقی تو ملک کے دوسرے حصوں میں ہونا چاہیئے، میں چاہوں گا کہ یہ غلط فہمی بھی دور ہو، کراچی میں ہر تیسرا شخص کچی آبادی میں رہتا ہے، کراچی کی بھاری اکثریت اپنے روزگار کے لئے تڑپتی ہے اور کوشش کرتی رہتی ہے۔ صرف ۵ فیصد کی آبادی شاید ڈیفنس سوسائٹی اور کلفٹن اور کے ڈی اے میں رہتی ہے تو کراچی کی شہری آبادی کے بارے میں یہ تصور رکھنا کہ ان کے پاس مال بہت ہے کیا ہو جاتا ہے اگر کچھ ان کی چیزیں جل جاتی ہیں، یہ ایک بالکل غلط تصور ہے۔

میں ساتھ ساتھ کراچی کے عوام کو خراج تحسین پیش کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ کراچی کے عوام نے ان فسادات کے فوراً بعد جس کردار کا مظاہرہ کیا جس جوش اور ہمدردی کے ساتھ لاکھوں روپے انہوں نے دیئے، اپنے کپڑے دیئے اپنے گھروں سے اپنی دکانوں سے نکال کر انہوں نے چیزیں بھیجیں اس سے یہ بات ثابت کی جاسکتی ہے۔ کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ پاکستان کے عوام تو اب اتنے نکمے ہو گئے ہیں کہ وہ رشوت خوری کی وجہ سے بدعنوانیوں کی وجہ سے ایک دوسرے کی مدد کرنے پر بالکل تیار

نہیں، یہ بالکل غلط بات ہے کراچی کے عوام پاکستان کے دیگر عوام کی طرح مخلص عوام ہے، اور جس انداز میں رضاکارانہ طور پر نوجوانوں نے اس سنگین صورت حال میں مدد کی ہے، کاش کہ آپ سب وہاں موجود ہوتے، کیونکہ ہم تو کہتے ہیں کہ آج کل کی نوجوان نسل بھٹک چکی ہے، اس کو کوئی سدھار نہیں سکتا آپ آکر دیکھئے بغیر کسی لیڈرشپ کے، بغیر کسی تنظیم کے انہوں نے خود اپنے آپ کو آرگنائز کیا، عباسی شہید ہسپتال میں فوراً ایک گھنٹے کے اندر کیمپ کھڑا کر دیا، اپنے آپ کو آرگنائز کر لیا، اسی طرح سول ہسپتال میں کیا۔

اس وقت میں چاہوں گا کہ یہ الزام جو لگایا گیا ہے اور غلط فہمی جو پھیلائی گئی خاص طور پر صوبہ سرحد میں کہ کراچی کے کچھ ڈاکٹروں، کراچی کے کچھ میڈیکل سٹاف نے ہمارے بعض بھائیوں کی مدد کرنے سے انکار کیا، تو یہ ایک بالکل غلط الزام ہے جس میں کوئی سچائی نہیں ہے کیونکہ میں نے خود دیکھا ہے کہ کراچی کے نوجوان ڈاکٹروں نے بغیر سوئے، بغیر اپنی ذاتی تکالیف کا لحاظ کئے کسی بھی شخص کو کبھی کسی چیز کا انکار نہیں کیا میں اس وقت یہ کہوں گا کہ صوبہ سرحد کی صوبائی اسمبلی جس نے اس موضوع پر ایک قرارداد منظور کی ہے اگر سندھ اسمبلی کا اجلاس ہو تو وہ ایسے موضوع پر ایسے بیانات نہ دیں بلکہ کوشش کریں کہ ہم آہنگی اور برادرانہ تعاون بڑھائیں بجائے ایک دوسرے کے ایوان میں کھڑے ہو کر ایک ہزار میل دور کے حالات پر تبصرہ اور نکتہ چینی کریں۔

میں اس وقت جناب چیئرمین! اپنے خیالات کے آخری حصے پر آتا ہوں، جہاں پر میں نے کوشش کی ہے کہ ایک گیارہ نکاتی امن منصوبہ پیش کروں لیکن یہ امن منصوبہ وہ امن منصوبہ نہیں ہے جو روایتی ہوتا ہے کیونکہ ان فسادات میں میرا بھی کافی وقت صرف ہوا ہے کہ پٹھان اور مہاجر بھائیوں کو ملا کر ایک جگہ بلاؤں اور ان کی میٹنگ کراؤں اور مجھے اس بات پر خوشی ہے کہ کئی ایسی میٹنگیں ہم نے کیں اور میں اس لئے اس کو محض ایک میٹنگ کا تصور نہیں دینا چاہتا بلکہ ایک ایسا امن منصوبہ جس میں انتظامیہ اور سیاسی اور شہری سطح پر ہمیں ایکشن لینا پڑے گا۔ سب سے پہلا میرا نقطہ یہ ہے جناب چیئرمین! کہ کراچی کے عوام کے رہنماؤں کو فوری طور پر رہا کیا جائے کئی ایسے رہنما ہیں جو شاید آپ کے علم میں ہوں جو اس وقت جیل میں بند ہیں، سرفہرست تو میں آفاق شاہد صاحب کا نام لوں گا، جو قومی اسمبلی کے رکن ہیں، عجیب بات آپ یہ دیکھئے کہ اورنگی جیسے حساس علاقے کا واحد نمائندہ قومی اسمبلی میں اور اس کو مئی ۱۹۸۶ء سے لیکر آج تک جیل میں بند کر رکھا ہے، کس جرم پر! کریمینل چارجز پر، کیا وہ کریمینل چارجز ہیں یہ کہ اس نے اپنے بریف کیس میں بم رکھے تھے، جبکہ پہلے ہی حکومت کے بم ڈسپوزل ایکسپرٹ نے اپنی testimony record کرا دی ہے کہ بھائی اس میں مجھے زیادہ سے زیادہ

[Mr. Javed Jabbar]

fire crackers نظر آئے۔" لیکن زیادتی یہ بھی ہوئی ہے کہ صوبائی حکومت جبکہ ایک پٹیا ... جج کے تحت چلائی جا رہی ہے، میں آفاق شاہد کی ہر پیشی پر حاضر ہوتا ہوں ہائی کورٹ اور سیشنز کورٹ میں اس کو دونوں عدالتوں میں سنایا جا رہا ہے۔ ہائی کورٹ میں بھی اور سیشنز کورٹ میں اس کو لایا جاتا ہے، اب اس کی ایک بھی bail hearing نہیں کی گئی۔ یہ کتنی بڑی زیادتی ہے عوام کے ساتھ، کراچی کے عوام کے ساتھ، اور اس وقت میں اس بات پر زور نہیں دوں گا کہ وہ ایک بہاری ہے بلکہ میں اس وقت اس بات پر زور دوں گا کہ وہ ایک جمہوری نمائندہ ہے اور یہ ہماری پارلیمنٹ کی توہین ہے کیونکہ وہ پارلیمنٹ کا نہ صرف رکن ہے بلکہ پارلیمنٹ کا فرض ہے کہ شہری کے حقوق کی حفاظت کرے میں سب سے پہلے تو گزارش کروں گا کہ آفاق شاہد جو کہ ہر طبقے کی نمائندگی کرتا ہے کیونکہ اورنگی کے بارے میں یہ غلط تصور ہے کہ وہاں صرف بہاری رہتے ہیں، ہر قسم کے لوگ وہاں رہتے ہیں، ان کا وہ واحد نمائندہ ہے۔ اس کو فوری طور پر رہا کیا جائے وہ اس مرحلے پر ایک بہت اچھا رول ادا کر سکتا ہے۔

دوسرے میں اس بات پر زور دوں گا کہ وہ الطاف حسین صاحب جو گزشتہ دنوں بہت شہرت حاصل کر چکے ہیں، چاہے ہمیں ان کے ذاتی نظریئے سے اختلاف ہو چاہے آپ اس بات سے اختلاف کریں کہ وہ کیوں لفظ "مہاجر" استعمال کرتے ہیں، اس بات پر میں بھی ان سے بحث کرنے کے لئے تیار ہوں اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ میں بحث کرتا رہتا ہوں، لیکن ان کو رہا کر دینا چاہیئے تاکہ کراچی میں اور سندھ میں یہ محسوس نہ ہو کہ ایک خاص طبقے کے ساتھ زیادتی کی جا رہی ہے اسی طرح ہماری پختون برادری کے کوئی بھی اور رہنما جو اس وقت جیل میں ہوں ان کو بھی رہا کیا جائے۔ اس پہلے نقطے سے اس امن منصوبے کا آغاز کیا جائے۔

میرا دوسرا نقطہ یہ ہے کہ متاثرین کو فوری طور پر امداد پہنچائی جائے، یقین مانیں چیئرمین صاحب! کہ میرے یہاں آنے سے ایک دن پہلے تک، آج کل کے ہمارے متاثرین کی میں کیا بات کروں، نومبر اور اکتوبر میں جو حادثات گزرے ہیں، ان کو اب تک امداد نہیں پہنچائی گئی ہے۔ وہ لوگ جو کہ ایک ایک کمرے میں رہنے والے لوگ ہیں، اورنگی کے علاقے میں ان کی زندگی کی ساری سیونگز جلائی گئیں وہ اب تک انتظار کر رہے ہیں کہ حکومت کا نمائندہ کب آ کر ان کو پیسے دے گا۔ میں گزارش کروں گا کہ اس ہنگامی طور پر وفاقی سطح پر ایکشن لیا جائے تاکہ متاثرین کو فوری طور پر امداد پہنچائی جائے۔

تیسرا نقطہ میرا یہ ہے کہ انتظامیہ میں سے جن لوگوں نے اس سلسلے میں اپنی نااہلیت کا مظاہرہ کیا اور لاپرواہی کا مظاہرہ کیا ان کو فوری طور پر نہ صرف معطل اور تبدیل کیا جائے بلکہ ان کو سزا دی جائے

جب تک ان کو سزا نہیں دی جائے گی کراچی اور سندھ کے عوام مطمئن نہیں ہوں گے کہ ان کے ساتھ انصاف کیا جا رہا ہے کیوں کہ یہ ایک روایت بن چکی ہے کہ جب بھی کسی افسر کے خلاف کوئی ایسی بات ہو تو اسے آپ آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹی کر کے کہیں پوسٹ کر دیتے ہیں یا تبدیل کر دیتے ہیں ۔

چوتھا میرا نقطہ یہ ہے کہ اصلی مجرم کی شناخت جو کہ شہری کرنے کے لئے تیار ہیں، ہر محلے میں لوگ تیار ہیں یہ بتانے کے لئے کہ یہ ہیں اصلی مجرم، آج بھی بیٹھے ہوئے ہیں گلیوں میں، ان کو تو نہیں پکڑا گیا اور کوئی بھی نوجوان جو سڑکوں پر نظر آیا اس کو پکڑ کر پولیس لاک اپ میں رکھا گیا ہے تو چوتھا ضروری نقطہ یہ ہوگا کہ اصلی مجرم کی شناخت اور اس کے بارے میں فوراً کارروائی کی جائے اور سخت سزا دی جائے۔

پانچواں نقطہ یہ ہوگا کہ ٹریفک اتھارٹی کا قیام، ٹریفک کے مسئلے پر ۱۹۸۲ء میں جسٹس اجمل میاں نے کراچی کے ٹرانسپورٹ کے مسائل کے سلسلے میں ایک بہت ہی اعلیٰ قسم کی رپورٹ تیار کی۔ لیکن اب تک رپورٹ کو پبلش ہی نہیں کیا گیا اور نہ اس پر کوئی عملی کارروائی کی گئی اور میں جب ٹرانسپورٹ پر زور دیتا ہوں تو میں اس لئے زور نہیں دیتا کہ ۹۰ فی صد ڈرائیورز ایک خاص صوبے سے تعلق رکھتے ہیں اور ۹۰ فی صد مسافر ایک خاص زبان بولتے ہیں بلکہ یہ کراچی کا ایک بنیادی بحران ہے۔ جناب چیئرمین صاحب! آپ اندازہ لگائیے کہ کراچی میں فروری ۱۹۸۶ء میں ہمارے وزیر اعظم صاحب نے ایمرجنسی بسز پر اناؤنس کیا، اور یہ ان کی بڑی مہربانی تھی کہ وفاقی سطح پر وہ کراچی کو امداد دیں گے اور ۲۰۰ بسوں کی گرانٹ انہوں نے اناؤنس کی اور آج تک وہ گرانٹ پوری طرح پروسس نہیں کی گئی ابھی تک آرڈرز [illegible] نہیں کیے گئے گیارہ مہینے گزر چکے ہیں اور کراچی میں جو ۲۰۰ بسوں کی اتنی سخت ضرورت ہے اس میں ایک بس کا بھی اضافہ نہیں ہوا، جہاں کراچی ٹرانسپورٹ کارپوریشن میں ۸۵۰ بسیں ہیں، صرف ۴۰۰ بسیں سڑک پر چل رہی ہیں، ۴۵۰ بسیں شیڈ اور ware house کے اندر محفوظ ہیں، اگر اتنے بڑے شہر کے ساتھ آپ زیادتی کریں گے، جب لوگ اپنی روزی کمانے کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ ہی نہیں سکتے، جب جانوروں کی طرح بسوں میں پیک ہو کر ان کو جانا پڑتا ہے پھر ظاہر ہے ٹینشن بڑھے گا ہماری فوج اگر دو تین ٹینک کم کرے یا دو تین میزائل کم آرڈر کرلے اور کراچی کے لیے ۲۰۰ یا ۴۰۰ بسوں کا آرڈر کریں تو بہتر ہوگا۔

ہمارے پلان کا جو چھٹا حصہ ہے وہ یہ ہے کراچی کی انتظامیہ کو جمہوری اور جوابدہ بنایا جائے، چیئرمین صاحب!

[Mr. Javed Jabbar]

ایک عجیب بات ہے، حالانکہ کراچی بھی سندھ کا حصّہ ہے اور چیف منسٹر صاحب سندھ کے سربراہ ہیں، لیکن کراچی اب اتنا بڑا ایک phenomenon بن چکا ہے کراچی کے امن و امان کے لئے سیاسی احتساب موجود ہی نہیں ہے، کوئی ایک شخص یا کوئی ایک فرد ایسا نہیں جو کراچی کی صورتِ حال اور امن و امان کی ذمہ داری اٹھائے کراچی میں ۸۰ لاکھ لوگ رہتے ہیں، یہ ایک فل ٹائم جاب ہے، یہ صرف ایک فرد کے لئے نہیں بلکہ ۱۰ لوگوں کے لیے ہے، جبکہ موجودہ حالات میں چیف منسٹر صاحب نہ صرف پورے صوبے کے چیف منسٹر ہیں بلکہ ہوم منسٹر بھی ہیں، تو کیسے یہ ممکن ہے کہ وہ ہمارے حقوق کے ساتھ ہماری جائز ضروریات کے ساتھ جسٹس کر سکیں، وہ توجہ ہی نہیں دے سکتے۔ اس میں ایک اور علامت ہے اور مجھے یہ بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے، اس ٹریجڈی کے جو initial سات یا آٹھ دن گزرے ہیں ان میں نہ وزیر اعظم صاحب نے، نہ وزیر اعلیٰ نے، نہ صدر صاحب نے کراچی کے واحد منتخب نمائندہ عبدالستار افغانی صاحب جو کہ کراچی کے میئر ہیں، ان سے بات ہی نہیں کی، محض شاید اس لئے کہ وہ جماعت اسلامی سے تعلق رکھتے ہیں، میں جماعت اسلامی کا رکن نہیں ہوں، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ عبدالستار افغانی صاحب چاہے وہ کسی جماعت سے تعلق رکھتے ہوں ان کو فوری طور پر اس سارے پروسس کا حصّہ بنانا چاہیئے تھا، کیونکہ کے ایم سی وہ واحد ادارہ ہے جو عوام کی نمائندگی کرتا ہے، لیکن کونسلرز کو اگنور کیا گیا، ہمیں بلایا گیا، شکر ہے میں اس میں نہیں گیا اور کیا ہوا امن و امان قائم کرنے میں انتظامیہ نے کوئی رول ادا نہیں کیا عوام نے خود اپنی صلاحیت، اپنے ارادے اور اپنی تنظیم کے ساتھ امن و امان بحال کیا۔ میں یہ تجویز کرتا ہوں کہ کراچی میں ایک منتخب چیف کمشنر کا عہدہ بنایا جائے، ایک ایسا منتخب چیف کمشنر جس کے ماتحت ہوم ڈیپارٹمنٹ اور پولیس ہو۔ کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ ہوم ڈیپارٹمنٹ، پولیس فورس اور کمشنر حضرات they are a law unto themselves وہ تو اپنا ہی ایک مومنٹم جاری رکھتے ہیں، وزیر اعلیٰ آتے اور وزیر اعلیٰ جاتے، کمشنر، اسسٹنٹ کمشنر اور ڈی سی کے رویے اور ان کی فطرت کو نہیں بدلا جا سکتا جب تک کہ ان کے اوپر ڈائریکٹلی ایک چیف کمشنر نہ بیٹھا ہو، جو ڈائریکٹ کرے کہ پولیس کہاں جائے، کب جائے، اور کیسے جائے، کراچی کی انتظامیہ کو درست کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ایک منتخب نظام کا آغاز کیا جائے۔

جناب چیئرمین! ساتواں پوائنٹ کا تعلق پولیس اور عوام کے رشتے سے ہے اور میں چاہوں گا کہ جمہوریت کے اصول کو تجرباتی طور پر محض کراچی کے دو یا تین علاقوں میں ۱۹۸۷ء کے دوران آپ ایس ایچ او لیول کو منتخب نمائندے کے حوالے کر کے دیکھیں کہ اس تجربے کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ اس وقت صورتِ حال یہ ہے کہ کراچی میں ۹۰ فی صد پولیس سندھ سے تعلق ہی نہیں رکھتی اور ۹۰ فی صد لوگ جو پکڑے جاتے ہیں وہ بیچارے سندھ کے مظلوم عوام ہیں۔ ظاہر ہے کہ لوگوں کو یہ احساس ہوگا یہ پولیس فرنٹیئر اور پنجاب سے ہم پر ڈالی گئی ہے۔ ایسی پولیس کے ساتھ آپ کیسے امن کا رشتہ قائم کر سکتے ہیں۔ پولیس اور عوام کے رشتے کا دوسرا پہلو رشوت خوری ہے ماشاءاللہ ہماری پولیس کے تھانے برائیوں کے سنٹر اور گہوارے ہیں ان ساری برائیوں کے جو ہمارے معاشرے میں پائی جاتی ہیں، مجھے حیرت ہوئی کہ گزشتہ مہینوں میں جب مجھے امن و امان کے سلسلے میں کوشش کرنے کے لئے بلایا جاتا تھا، اور پولیس تھانوں کے اندر امن کمیٹی کا اجلاس ہوتا تھا تو میں نے اس بات پر اعتراض کیا، کہ ایک تو یہ بالکل غلط جگہ ہے، آپ امن و امان کی میٹنگ ایسی جگہ کریں جہاں کچھ خاص صفائی اور خاص اصولوں کو ہم تسلیم کر سکیں اور عزت کر سکیں، تو یہ ضروری ہے کہ کراچی پولیس میں تجرباتی بنیاد پر آپ یہ چینج لائیں پہلے تو وزیر داخلہ صاحب وہاں تشریف لائیں اور ہمارے پولیس افسران سے ملیں، ہماری ان عورتوں سے ملیں جن پر کراچی پولیس نے کچھ ایسے اقدامات اٹھائے کہ کلیئر یہ نہیں لگتا تھا کہ عوام کو پولیس سے بچایا جائے یا ان سے جنہوں نے ان پر حملے کیے۔

جناب چیئرمین! آٹھویں تجویز سندھ میں بسنے کی اور رہائش کی پالیسی کے بارے میں ہے۔ کسی اور صوبے میں بیروزگاری بڑھ جاتی ہے تو فوراً آپ حضرات سندھ میں تشریف لے آتے ہیں، آپ کا ہم خیر مقدم کرتے ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ۱۹۴۷ء سے پہلے سندھ میں جو لوگ بستے رہے ہیں یہ ان کے ساتھ بڑی زیادتی ہے کیونکہ چاروں صوبوں میں سے سندھ واحد صوبہ ہے جس نے ۱۹۴۷ء کے بعد آنے والے حضرات کا اتنی بڑی تعداد میں خیر مقدم کیا نہ صرف ۱۹۴۷ء کے بعد بلکہ موجودہ دور میں بھی کر رہا ہے۔ آپ کو ہماری دنیا میں کئی ایسی مثالیں ملیں گی، جہاں ملکوں نے کئی ایسے قوانین رائج کئے ہیں جہاں ہر شخص کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ اس کا گھر ہو، یا اس کی نوکری ہو، اس سے پہلے وہ کسی اور صوبے میں یا شہر میں جا کر بسے۔

جناب چیئرمین! میرا نواں پوائنٹ یہ ہے کہ اسلحے کے بارے میں بالکل ایک نئی پالیسی

[Mr. Javed Jabbar]

کی بہت سخت ضرورت ہے یا تو آپ سب سے اسلحہ واپس لیں، یا پھر ہر شہری کو جو ۲۱ سال سے زیادہ عمر کا ہو، جو ذمہ دار ہو، ہر شخص کو پھر آپ اسلحہ بانٹیں اور اسے لائسنس دیں، یہ بات کہنے پر میں مجبور ہو گیا ہوں کہ اسلحہ آپ سب میں بانٹیں، میں کیوں یہ کہہ رہا ہوں! مارچ ۸۵ء سے لے کر آج تک ایک رکن سینٹ کی حیثیت سے مجھے یہ حق حاصل تھا ہر مہینے ۲۰ آرمز لائسنسوں پر میں دستخط کر سکتا تھا، میں نے صرف اپنے اصول کی خاطر اب تک ایک بھی آرمز لائسنس پر دستخط نہیں کیے۔ جب میں کراچی کے متاثرہ علاقے میں جایا کرتا تھا تو لوگ میرا مذاق اڑایا کرتے تھے کہ آپ کس دنیا میں ہیں، آپ کیا کریں گے۔ اگر آپ نے ۳۵۰ یا ۴۰۰ اسلحہ لائسنس جاری نہیں کیے، لیکن گزشتہ حالات دیکھ کر میں اس بات پر مجبور ہو گیا ہوں کہ اس وقت حکومت کی جو اسلحہ پالیسی ہے وہ very clearly ہمارے عوام کے ایک حصے کے خلاف discriminatory ہے۔ کیونکہ کراچی کے عوام کے کئی ایسے حصے ہیں جنہوں نے کبھی روایتی اسلحہ اپنے پاس نہیں رکھا، اب ہم ان کو کیسے تحفظ دیں، ایسے وقت میں جب دسمبر میں ایک جنگ کا ماحول لگتا تھا، ساری رات لوگ ایک دوسرے کو فون کر رہے ہیں، کوئی لانڈھی سے فون آ رہا ہے تو کوئی کورنگی سے، کہ خدا کے واسطے فوج یہاں بھیجیے ہر سڑک پر barricades erect کیے گئے، بیروت کو تو چھوڑ دیجئے یہ ایک glimps of hell دوزخ کی ایک جھلک تھی، تو ایسے ماحول میں میں واپس ان کے پاس جاؤں اور کہوں گا کہ میں اب بھی کسی آرمز لائسنس پر دستخط نہیں کروں گا تو وہ مجھے کیا کہیں گے۔ یہ ان کے تحفظ کی توہین ہو گی۔ لہذا اسلحہ کی پالیسی پر فوری طور پر نظر ثانی کی جائے۔ میں جانتا ہوں کہ وزیر داخلہ صاحب انتہائی شرافت کے ساتھ جب بھی ان کو کوئی تجویز دی جائے اتنے مخلص انداز میں کہتے ہیں کہ میں آپ کی ہر بات کو تسلیم کرتا ہوں اور ہر بات ماننے کے لئے تیار ہوں اور clearly اس بات سے کافی بیزار بھی ہو چکے ہیں، اتنی تجاویز سننے سے، لیکن یقین مانیں کہ اسلحہ پر ان کو بولڈ اور imaginative اقدامات اٹھانے پڑیں گے۔

دسویں اور آخری میری تجویز یہ ہے کہ ان دس نکاتی پیس پلان کے سلسلے میں ہمارے چیف منسٹر صاحب کو چاہیئے کہ وہ فوری طور پر استعفیٰ دیں۔ یہ میں اس لئے کہتا ہوں کہ وہ ہوم منسٹر بھی ہیں ان کی براہ راست ذمہ داری ہے لیکن انہیں یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ آخر وہ اس جمہوری پروسس کے اور جنرل نمائندے ہیں ہی نہیں۔ جب ہماری سندھ

کی اسمبلی الیکٹ ہوئی تو وہاں ہمارے چیف منسٹر کا نام و نشان تک نہیں تھا وہ تو لیجد میں بلائے گئے۔ ایک کسی معصوم رکن سے استعفیٰ دلا کر ان کو اندر لایا گیا۔ ان کو اب تو ہوش آنا چاہیئے کہ انہوں نے ہمارے صوبے کو مذبح خانہ یعنی "سلاٹر ہاؤس" بنادیا ہے یقین مانیں یہ کراچی میں ہی نہیں ہوا بلکہ اندرون سندھ میں کیا ہوتا رہا ہے اور ہمارے چھوٹے چھوٹے دیہات میں جا کر دیکھئے جو ہمارے معصوم بھائیوں پر ظلم کیے گئے ہیں۔ جب ان کی قیادت میں ایک صوبے کو نہیں چلایا جا سکتا، تو بھائی کیا ہو گیا آپ استعفیٰ دے دیں اور دوبارہ آپ کھلے عام عوام سے منتخب ہو کر پہلے اسمبلی میں داخل ہوں اور پھر دوبارہ سندھ اسمبلی سے آپ ووٹ حاصل کریں۔ پھر میں آپ کو ماننے کے لئے تیار ہوں۔ لیکن at least اپنے آپ کو ٹیسٹ تو کریں۔ وہ تو جج آف دی ہائی کورٹ رہ چکے ہیں۔ کیا وہ یہ محسوس نہیں کر سکتے کہ یہ عوام کا تقاضا ہے یہ ان سے گزارش ہے۔ میں آپ سے آخر میں یہ بھی کہوں گا کہ ہمارے موجودہ وزیراعلیٰ اس لائن آف کنٹرول کو represent کرتے ہیں جو embroylical chord کی طرح جس طرح ایک چھوٹے بچے کا ایک chord کے ذریعے رشتہ اپنی ماں کے ساتھ ہوتا ہے آخر ان کا رشتہ وفاقی حکومت کے ساتھ بھی بنتا ہے کیونکہ صدر صاحب گورنر کو نامزد کرتے ہیں اور گورنر صاحب چیف منسٹر کو نامزد کرتے ہیں تو یہ ویسے ہی صوبائی عوام کو represent ہی نہیں کرتے لہٰذا انہیں چاہیئے کہ اس وقت یہ نئی قیادت کو موقع دیں۔ میں آپ سب سے چیئرمین صاحب کی وساطت سے عرض کروں گا کہ کراچی اور سندھ کے لیے جو بہا ہے انصاف اور امن کے ایک نئے جسے کا آغاز کریں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ پلیجو صاحب۔ اس سے کہ میں کسی اور صاحب کو دعوت دوں، ابھی فہرست میں سولہ اصحاب اور ہیں جو اس موضوع پر بولنا چاہتے ہیں۔ تو میری درخواست ہوگی گو کہ ایوان نے وقت پر ابھی تک کوئی پابندی تو نہیں لگائی لیکن جہاں تک ہو سکے اختصار سے کام لیں۔ جناب مولانا کوثر نیازی صاحب۔

مولانا کوثر نیازی: جب تاتاریوں کے زمانے میں بغداد کا سانحہ ہوا تو شیخ سعدیؒ نے ایک دلدوز مرثیہ لکھا تھا۔

[Maulana Kausar Niazi]

کہ آسمان را حق بود گر خوں ببارد بر زمین
بر زوال معتصم باللہ امیر المومنین

لیکن سانحہ کراچی کے وقت اگر شیخ سعدی زندہ ہوتے تو شاید وہ یہ نہ کہتے کہ آسمان خون کی بارش کرتا زمین پر۔ بلکہ وہ یہ کہتے کہ آسمان زمین پر گر پڑتا، آسمان زمین پہ ٹوٹ پڑتا کہ یہ حادثہ رونما ہوا۔ یہ ایسا سانحہ ہے جس کی مثال پاکستان کی پوری تاریخ میں نہیں ملتی رہا بلکہ پاکستان کی تاریخ کو تو چھوڑیئے، برصغیر پاک و ہند کی پوری تاریخ میں اس کی کوئی مثال اور اس کی کوئی نظیر نہیں کہ کلمہ گو نے کلمہ گو کا گلا کاٹا اور وہ یہ بھول گئے کہ قرآن نے کہا ہے کہ جس صاحب ایمان نے، جس کلمہ گو نے دوسرے کلمہ گو کو جان بوجھ کر قتل کیا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے، یہاں ایک کلمہ گو نے دوسرے کلمہ گو کے مال و اسباب اور عزت و حرمت پر ہاتھ ڈالا اور وہ یہ بھول گیا کہ آخری حج کے موقع پر ہمارے آقا و مولیٰ نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ تمہارا خون، تمہارے مال، تمہاری عزتیں اسی طرح مقدس اور محترم ہیں جیسے یہ دن محترم ہے حج کا دن جیسے یہ مہینہ محترم ہے حج کا مہینہ، اور جیسے یہ شہر محترم ہے مکہ کا شہر ویسے ہی تمہارے لئے مسلمانوں کی جانیں، ان کے مال اور ان کی عزتیں محترم اور مقدس ہیں۔

جناب چیئرمین! وحشت، درندگی اور بربریت و سفاکی کے جو مناظر اس دوران سامنے آئے ہیں حقیقت یہ ہے کہ اس سے پوری ملتِ اسلامیہ کے سر شرم کے مارے جھک گئے ہیں۔ یہ کبھی سوچا نہیں تھا کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو باندھے گا اس کے ہاتھ باندھے گا اس کے پاؤں باندھے گا پھر اس پہ تیل چھڑکے گا پھر اس کو آگ لگائے گا اور جب آگ اس کو بھسم کرنے لگے گی تو وہ دور کھڑے ہو کر خوشی کے مارے تالیاں بجائے گا۔

جناب چیئرمین! اس سے پہلے تو ہم بھارت میں ہندو مسلم فسادات پر احتجاج کیا کرتے تھے لیکن بمبئی سے آدھے گھنٹے کی کراچی کے فسادات کی فلم دکھائے جانے کے بعد اب کس منہ سے ہم بھارت میں ہندو اکثریت کے مظالم پر رونا روئیں گے۔ وہاں قتل ہونے والے مسلمانوں کو ہم شہید تو کہہ سکتے تھے اور شہید تو کہتے ہیں لیکن یہ غریب مسلمان جو کراچی میں مارے گئے ان کو تو ہم شہید کہنے سے بھی ہچکچاتے ہیں انہیں ہم ہلاک شدہ کہتے ہیں اس لئے کہ یہ خود مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے ہیں۔ ہم اس سے پہلے برطانیہ میں

پاکستانی ایشیائیوں پر ہونے والے گوروں کے حملے کے خلاف احتجاج کیا کرتے تھے۔ لیکن جب سے برطانوی ٹیلی ویژن نے پاکستانی فسادات میں مسلمانوں کے ہاتھ سے مسلمانوں کے گلے کٹنے کے مناظر دکھائے ہیں ہم کس منہ سے برطانوی حکومت سے احتجاج کریں گے۔ کہ وہاں گورے پاکستانیوں کا خون بہا رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! کراچی میں کشت و خون ہوا ہے اس سے روشنیوں کے شہر میں جو ظلمت پھیلی ہے روحانی ظلمت، اس کا عالم یہ ہے کہ ابھی دو چار دن پہلے وہاں میرے ایک عزیز دوست کی بیٹی کی شادی تھی میں ایک رات اس شادی میں شرکت کے لئے کراچی پہنچا۔ صوفیاء دلوں کی ایک حالت کو حالتِ قبض سے تعبیر کرتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ یہ کیفیت کیا ہے آپ یقین مانیں کہ اس شہر میں پہنچنے کے بعد میرے دل پر اس انقباض کی کیفیت طاری ہوئی اور میں اگلے ہی دن صبح ہوائی جہاز میں بیٹھ کر یہاں آگیا۔ مجھے میں اتنی ہمت نہ تھی کہ میں اس شام انٹرکانٹی نینٹل کی روشنیوں میں اور چکا چوند کے عالم میں اپنے دوست کی بیٹی کی شادی میں شریک ہو سکتا۔

جناب چیئرمین! مجھے یوں لگا کہ جیسے کراچی کا حسن لٹ گیا۔ جیسے کراچی کی روشنی اندھیرے میں بدل گئی۔ جیسے کراچی میں ابھی ٹریلر دکھایا گیا ہے اصل فلم تو بعد میں دکھائی جانے والی ہے ہر جگہ یہ سنا کہ انتقام لینے کے منصوبے بنائے جا رہے ہیں۔ ہر جگہ یہ سنا کہ یہ ریہرسل ہوئی ہے۔ اصل واقعات آگے چل کر رونما ہونے والے ہیں۔

جناب چیئرمین! جب یہ صورتِ حال ہو تو اس سے ہر پاکستانی کو تشویش نہ ہوگی ہر پاکستانی اگر شرم کے مارے اپنا سر جھکانے پر مجبور نہ ہوگا تو اور کیا ہوگا۔

اس سانحہ کے سلسلے میں انتظامیہ کے کچھ فرائض تھے۔ اگر کسی نے کوئی کارنامہ انجام دیا، کوئی پبلسٹی پائی تو اس صلے میں پائی کہ وہ ہسپتال میں پہنچا اس نے زخمیوں کی عیادت کی۔ اس نے زخمیوں کے اندر پھل تقسیم کیے اور اس طرح یہ کہا

ع شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

پھر وہ فرض جو حکمرانوں کا تھا بلکہ اصل حکمران کا تھا اس کی ادائیگی کی صورت یہ سوچی گئی کہ کہا گیا کہ کراچی کے فسادات کے تناظر میں ہم دانشوروں کی کانفرنسیں بلائیں گے۔ گورنروں نے کانفرنسیں بلائیں، وفاقی سطح پر کانفرنس ہوئی۔ ان سے یہ پوچھا گیا کہ اصل مسئلہ کیا ہے! ۱۹۷۷ء سے حکمرانی ہو رہی ہے

[Maulana Kausar Niazi]

جناب والا! ڈی آئی بی موجود ہے۔ آرمی انٹیلی جنس موجود ہے۔ ذرائع ابلاغ موجود ہیں۔ تین سال مجلس مشاورت کا نظام قائم رہا، شوریٰ مشورے دینے کے لئے موجود رہی۔ لیکن دس سال میں حکمران کو یہ معلوم ہی نہیں ہو سکا کہ اس ملک کا مسئلہ کیا ہے۔ یہ تو غنیمت ہے کہ ہم ایسے بے دانش اس محفل میں موجود نہ تھے ورنہ اگر کوئی منچلا یہ کہہ دیتا کہ جناب والا! اس ملک کا اصل مسئلہ اور مسئلہ نمبر ایک آپ خود ہیں۔ آپ تشریف لے جائیں تو سارے مسئلے حل ہو جائیں گے تو پھر کیا رنگ محفل ہو جاتا۔ اسی لئے تو شاعر نے کہا

~ نہ رہنماؤں کی محفل میں لے چلو مجھ کو
میں بے ادب ہوں، ہنسی آگئی تو کیا ہوگا

جناب چیئرمین! دس سال سے یہ نام نہاد اسلامی set-up قائم ہے۔ ۹ سال تک اسلامی مارشل لاء اس ملک میں لگا رہا لیکن اس ملک میں جو صورت حال پیدا ہوئی۔ نفرتوں کے جو بیج بوئے گئے آج انہیں کی فصل لہلہا رہی ہے، جسے ہم کاٹنے پر آج مجبور ہیں۔ وہ حالات جو اس ملک میں ان ۹ سالوں میں پیدا ہوئے کچھ فرائض سیاسی جماعتوں اور لیڈروں کے تھے، کچھ فرائض حکمرانوں کے بلکہ اصل حکمران کے تھے لیکن مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ ان تینوں طبقوں نے جس تساہل، جس تغافل کا ثبوت دیا ہے دوسری زندہ قوموں میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ جہاں تک انتظامیہ کا تعلق ہے اس کے بارے میں یہ بات ریکارڈ پر آچکی ہے کہ سہراب گوٹھ کے clean-up آپریشن سے پہلے ہی اصل مجرموں کو اطلاع پہنچ چکی تھی اور وہ وہاں سے فرار ہونے میں ہیروئن سمیت اسلحہ سمیت کامیاب ہو چکے تھے۔ یہ بات 'جنگ' جیسے مؤقر اخبار کے ادارتی شذرات میں چھپ چکی ہے کہ حکومت سندھ کے اعلیٰ ترین افراد کو سہراب گوٹھ سے تیس لاکھ روپے ماہانہ رشوت ملا کرتی تھی۔ بعض اصحاب تو اس کی جو رقم ہے اس کا تخمینہ ایک کروڑ روپیہ بتاتے ہیں۔ یہ انتظامیہ کا حال تھا کہ جب وہاں کشت و خون ہو رہا تھا تو وہ کئی گھنٹے کے بعد وہاں پہنچی یہ ساری باتیں ریکارڈ پر موجود ہیں۔ اخبارات میں چھپ چکی ہیں اور حکومت اب تک ان کی کوئی تردید نہیں کر سکی۔

جہاں تک سیاسی جماعتوں اور لیڈروں کا حال ہے۔ میرے دوست جاوید جبار نے ابھی اس کی تفصیل بیان کی ہے۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان کا انداز بھی انتظامیہ سے کچھ کم مختلف نہ تھا۔ ایک زمانہ تھا جب اس برصغیر میں جنگ آزادی لڑی جا رہی تھی۔ جب فسادات ہوتے

تھے تو گاندھی جیسا لیڈر مرن برت رکھتا تھا۔ لیڈر اس بستی میں جا کر ڈیرے ڈال دیتے تھے جہاں فسادات ہو رہے ہوتے تھے سہروردی جیسا لیڈر شعلوں میں کود پڑتا تھا۔ اپنی جان کی اسے پرواہ نہیں ہوتی تھی۔ لیکن ہمارے سیاسی لیڈر اس شہر میں موجود تھے۔ بڑے بڑے قد آور لیڈر موجود تھے لیکن جائے حادثہ پر اس وقت پہنچنے کی کسی کو توفیق نہیں ہوئی۔ پاکستان کی پوری تاریخ میں کبھی ان کا تصور نہیں کیا گیا تھا۔ کسی دور میں اس سے پہلے ہم نے ہیروئن کا لفظ نہیں سنا تھا، نام نہیں سنا تھا۔ یہ وہ تحفہ ہے جو اس اسلامی مارشل لاء نے اس معاشرے کو عطا کیا۔ کلاشنکوف کا نام ہم نے سنا تھا لیکن آج بچہ بچہ اس کھلونے سے کھیل رہا ہے اور اب تو بعض شہروں میں یہ کرائے پر مل رہی ہے روزانہ کرائے پر دستیاب ہے اور اس طرح یہ آگ کا کھیل کھلم کھلا کھیلا جا رہا ہے۔ رشوت کے نرخ بڑھ گئے ہیں اور خود حکمران یہ کہتا ہے کہ پہلے اگر پچاس روپے میں کام ہوتا تھا تو اب پانچ سو روپے میں کام ہو رہا ہے۔ اس ملک میں ایک معزز ماہر اقتصادیات اس کابینہ کے ایک فاضل رکن جو رہ چکے ہیں اور شاید عنقریب پھر اس کابینہ میں شامل ہونے والے ہیں۔ ڈاکٹر محبوب الحق یہ کہہ چکے ہیں کہ اربوں روپے، چالیس ارب روپے اس ملک کی بیوروکریسی کھا جاتی ہے۔ رشوت کے طور پر کھا جاتی ہے۔ ہر سال کھا جاتی ہے اور اس ملک کے حکمران کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔

جناب والا! میں یہ عرض کروں گا کہ جب کوئی نئی حکومت شروع ہوتی ہے تو مسئلے معلوم کرنے کے لئے وہ اس طرح کی ایکسرسائزیں کیا کرتی ہے کہ لوگوں کو بلائے، پوچھے کہ مسئلہ کیا ہے۔ ترجیح کس مسئلے کو دی جائے۔ لیکن جب حکومت کرتے کرتے دس سال ہو جائیں تو پھر اس طرح کی ایکسرسائیزز نہیں کی جاتیں اور قوم کا روپیہ اس طرح کے کاموں پر برباد نہیں کیا جاتا۔ لیکن یہ صورت حال وہ ہے کہ جس کی وجہ سے آج اس ملک کو یہ روز بد دیکھنا پڑ رہا ہے کہ حکمرانوں نے اپنے فرائض منصبی ادا نہیں کیے۔ بلکہ تلخیوں کے وہ بیج بوئے، فرقہ واریت کا وہ زہر معاشرے میں گھولا، علاقائیت کا وہ زہر معاشرے میں گھولا کہ آج پورا ملک اس کی آگ میں بھسم ہو رہا ہے۔ جناب چیئرمین! میں یہ عرض کروں گا کہ مارشل لاء کے دور میں جب کوئی پوسٹر لگتا تھا اس حکومت کے خلاف، فوجی آمریت کے خلاف اس غریب کو پکڑ لیا جاتا تھا۔ آج بھی کامران رضوی جیسے کئی نوجوان قید و بند میں مبتلا ہیں جنہیں پوسٹر کیس میں چودہ چودہ سال سزا دی گئی ہے لیکن آج کھلم کھلا شہر کے در و دیوار پر یہ پوسٹر لگے ہوئے ہیں کہ شیعہ کافر ہیں، شیعہ مرتد ہیں، شیعہ واجب القتل ہیں، ان سے سارے تعلقات توڑ دو۔

[Maulana Kausar Niazi]

لیکن انتظامیہ ٹس سے مس نہیں ہوتی۔ ان پوسٹروں کو دیواروں سے اتارا نہیں جاتا۔ ان پوسٹروں کے چھاپنے والوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی جاتی۔ آخر یہ کیا ہے! یہ کیوں ہے! کیا ہو رہا ہے اس ملک میں! کہ علماء بر سر عام قتل ہو رہے ہیں۔ علماء کو اغوا کیا جا رہا ہے اور ان کا کوئی سراغ نہیں لگتا۔ یہ کیسا دور اسلام ہے، یہ کیسا دور راستی کام ہے، یہ تو وہی بات ہوئی

گلچیں کا خوف، دام کا خطرہ، قفس کا ڈر

کیا گل کھلے ہوئے ہیں بہاروں کی گود میں

جناب چیئرمین! کہا جاتا ہے کہ کراچی کے فسادات میں اصل ہاتھ ہیروئن، آرمز اور ٹرانسپورٹ مافیا کا ہے۔ یہ تھیوری بھی ہے کہ اس کا لنک انٹرنیشنل مافیا سے قائم ہے اور وہ لوگ کراچی شہر کی انتظامیہ کو کنٹرول کرنا چاہتے ہیں تاکہ ان کا یہ ناپاک کاروبار دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے۔ یہ تھیوری بھی جناب والا ہے کہ یہ علاقائی قومیتوں کا شاخسانہ ہے اور اس میں جو اب ایک نیا مہاجر فیکٹر شامل ہو گیا ہے اس کی وجہ سے کچھ اور فضاء کے اندر تلخی پیدا ہوئی ہے۔ یہ ساری باتیں صحیح ہوں گی، کسی نہ کسی حد تک ان بہت سے فیکٹرز کا اس میں دخل ہوگا لیکن میں با ادب گزارش کروں گا کہ یہ مسئلہ جو پیدا ہوا ہے یہ حقیقت میں مسئلہ افغانستان کا ایکسپینشن اور اس کا ایکسٹینشن ہے، مجھے مجاہدین کی قدر ہے میں افغان مہاجرین کو اپنا بھائی سمجھتا ہوں ہم نے اپنا اسلامی فریضہ سمجھ کر انہیں پاکستان میں جگہ دی ہے ہم اس پر فخر کرتے ہیں، لیکن جناب چیئرمین! یہ کوئی عقلمندی کی بات نہیں ہوگی اگر اس مسئلے کو ہم اتنا پیچیدہ کر دیں اور اتنا اس کے اندر الجھاؤ پیدا کر دیں کہ ہم اس جنگ کو اپنی سرزمین کے اندر لے آئیں۔ آج یوں لگتا ہے کہ جیسے ایک فرد واحد کی بنائی ہوئی افغان پالیسی کے ہاتھوں ہم بند گلی میں کھڑے ہیں، ہماری نسلوں کی زندگیوں سے کھیلا جا رہا ہے۔ کوئی راستہ نظر نہیں آتا کہ اس مسئلے کو ہم کیسے حل کریں گے۔ گورباچوف بیان دے رہا ہے، خوشگوار بیان دے رہا ہے، انڈیا جانے سے پہلے ہمیں کیا کیا خطرات نہیں تھے، ہم ڈر رہے تھے کہ وہاں جا کر خدا جانے کیا کمٹمنٹ ویز ہوگی وہ کیا بیان دے گا، لیکن اس نے خوشگوار بیان دیئے، خوش آئند بیان دیئے، ہمیں اس کا اعتراف کرنا چاہیئے کابل حکومت نے قومی حکومت بنانے کی ایک تجویز پیش کی، اس نے جنگ بندی کا یکطرفہ طور پر پیش کیا لیکن ہوا کیا، امریکہ کی طرف سے اگلے ہی دن یہ اعلان آ گیا کہ ہم اس کو مسترد کرتے ہیں، گویا جنگ امریکہ بہادر لڑ رہا ہے۔ وہ جہاد امریکہ کر رہا ہے یا مجاہدین کر رہے ہیں کہ اس کی طرف سے جنگ بندی کی اس دعوت کو

ٹھکرایا جا رہا ہے، کیا یہ تجاویز سنجیدگی سے غور طلب نہیں ہیں، یقیناً یہ تجاویز سنجیدگی سے غور طلب ہیں اور ان سے ہمارے ملک کا استحکام وابستہ ہے ان سے کراچی کا استحکام وابستہ ہے ان سے اس طرح کے فسادات کا انسداد ہو سکتا ہے، لہذا میں جناب وزیر خارجہ سے مطالبہ کروں گا کہ وہ پارلیمنٹ کا اجلاس بلوانے کے لئے حکومت پر دباؤ ڈالیں، فوری طور پر پارلیمنٹ کا اجلاس بلائیں اور اس طرح کی تجاویز کا جائزہ لیکر پارلیمنٹ کے مشوروں کی روشنی میں نئی افغان پالیسی وضع کی جائے تاکہ ایک فرد کی بنائی ہوئی غلط افغان پالیسی سے ہم نجات حاصل کریں اور ملک کے اندر امن و امان پیدا کریں اور جو صورت حال پیدا ہو گئی ہے اس سے ہم بچ سکیں۔

جناب چیئرمین! ایک تھیوری یہ بھی ہے کہ یہ ساری صورت حال ایک خفیہ ہاتھ پیدا کر رہا ہے' میرے فاضل اور محترم اور تجربہ کار اور جہاندیدہ بلکہ گرگ باران دیدہ وزیر داخلہ جناب اسلم خان خٹک نے ایک بیان میں کہا کہ اس کے اندر ایک خفیہ سازش کار فرما ہے۔ تھیوری یہ ہے کہ ایک ہاتھ ایسا ہے جو اس ملک میں سول حکومت کو ناکام کرنا چاہتا ہے جو یہ چاہتا ہے کہ جمہوریت کا یہ پودا قبل اس کے برگ و بار لائے یہ مرجھا جائے لوگ سول حکومت سے مایوس ہو جائیں وہ یہ کہنے لگیں کہ اس سے تو مارشل لاء بہتر تھا وہ کہنے لگیں کہ ہمیں فوجی آمریت چاہیئے فوج کے بغیر ہم رہ نہیں سکتے، اسی لئے یہ حالات پیدا کئے جا رہے ہیں، تاکہ لوگ جمہوریت سے مایوس ہو جائیں، جمہوریت کے مستقبل سے مایوس ہو جائیں، مجھے معلوم نہیں یہ تھیوری صحیح ہے یا نہیں، لیکن اگر اس طرح کی کوئی بات ہے، کسی حلقے میں ہے، یہ پخت و پز اگر کسی ایوان میں ہو رہی ہے تو میں متنبہ کرنا چاہتا ہوں کہ ملک کے مستقبل سے نہ کھیلا جائے یہ آگ اور خون کا کھیل ہوگا اگر خدانخواستہ اس ملک پر پھر مارشل لاء مسلط کیا گیا تو ایک مارشل لاء نے اس ملک کو دو نیم کیا، دوسرے اسلامی مارشل لاء نے ہمیں اس مقام تک پہنچایا کہ آج کانٹے ہی کانٹے ہیں، مسئلے ہی مسئلے ہیں،" جھگڑے ہی جھگڑے ہیں، خرخشے ہی خرخشے ہیں لیکن اب اگر ایک اور مارشل لاء لگا تو وہ ملک اور قوم کو مار مار کر شل کر دے گا اور خدانخواستہ ہمیں اپنے پاکستان کے وجود کے لالے پڑ جائیں گے۔ میں ان لوگوں کو جو اس طرح کی سازش کر رہے ہیں یہ کہوں گا کہ تاریخ سے ڈریں، تاریخ کے احتساب سے ڈریں، اس قیامت سے ڈریں جو دنیا کے خاتمے پر قائم نہیں ہوگی بلکہ دنیا میں قائم ہوگی اور اس سے کوئی شخص جو ہے وہ بچ نہیں سکے گا اس کا احتساب ہوگا،" دنیا میں ہوگا اور اپنے اقتدار کے لیے اس قوم کے مستقبل کو داؤ پر لگانے والوں کو قوم کبھی معاف نہیں کرے گی۔

[Maulana Kausar Niazi]

جناب چیئرمین! میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لینا چاہتا۔ دو دفعہ پہلے بھی محترم وزیر داخلہ کے ارشاد پر اس ملک میں لاء اینڈ آرڈر سچوایشن پر بحث ہو چکی ہے، اب پھر یہ بحث ہوئی ہے، کتنی سنجیدہ ہے یہ حکومت جس کے بارے میں ہم چاہتے ہیں کہ یہ کامیاب ہو، جو سول حکومت ہے، جس سے اختلافات کے باوجود ہم تعاون کر رہے ہیں کہ یہ ناکام نہ ہونے پائے، کتنی سنجیدہ ہے یہ حکومت اس بحث کرانے میں، جناب چیئرمین! مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ایوان کا لیڈر آج ایوان میں موجود نہیں ہے جبکہ یہ بحث ہو رہی ہے، وزیر اعظم صاحب سے میں یہ چاہوں گا، وہ بڑے پیارے آدمی ہیں، میں چاہوں گا کہ وہ ایوان میں آئیں اور آ کر اس بحث کو خود سمیٹیں، خود جواب دیں، جناب وزیر داخلہ تو ہمارے دوست ہیں، ہمارے بھائی ہیں، ہم میں سے ہیں، وہ ان باتوں پر کیا تبصرہ کر سکتے ہیں جو باتیں آج اٹھائی جا رہی ہیں یہ باتیں وہ ہیں جن کا نوٹس وزیر اعظم کو لینا چاہیئے، انہیں اس کا جواب دینا چاہیئے۔ کتنی سنجیدہ ہے یہ حکومت، جناب چیئرمین! کہ آج جب یہ بحث ہو رہی ہے تو اس ایوان میں تین وزیر، مکمل وزیر، بیٹھے ہیں کہ جو اس بحث کو سن رہے ہیں، کہاں یہ کہ سینیٹ کا اور پارلیمنٹ کا اجلاس فوراً بلایا جاتا، کراچی کے اس فساد کے وقت بلایا جاتا اور اس پر غور ہوتا اور اقدامات کیے جاتے اور کہاں یہ کہ اب یہ اجلاس ہو رہا ہے اتنے عرصے کے بعد اور اس میں سنجیدگی کا عالم یہ ہے کہ تین وزیر اور دو آدھے آدھے وزیر جو ہیں اور ایک سابق وزیر بیٹھا ہے اور یہ بحث سنی جا رہی ہے تو جناب والا! مجھے معلوم ہے اس کا حشر کیا ہوگا جو بحث ہم کر رہے ہیں لیکن ہم اپنا فرض ادا کر رہے ہیں، قوم نے ہم پر جو فرض عائد کیا ہے وہ ادا کر رہے ہیں ورنہ ہمیں معلوم ہے کہ اس ساری بحث کا نتیجہ وہی نکلے گا، پرنالہ وہیں رہے گا اور یہ سول حکومت اگر اسی طرح تساہل کا شکار رہی تو شاید یہ کبھی موت کے گھاٹ اتر جائے گی ہمیں معلوم تھا، یہی ہونا ہے، یہی بحث کا نتیجہ نکلنا ہے لیکن آپ نے کہا، ہم نے گفتگو کر دی، ہم نے اپنا فرض منصبی ادا کر دیا ورنہ بات تو وہی ہے کہ

ہم کو شاہوں سے عدالت کی توقع تو نہیں
آپ کہتے ہیں تو زنجیر ہلا دیتے ہیں

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جناب محسن صدیقی صاحب۔

جناب محمد محسن صدیقی: جناب چیئرمین! آج میں ایک آزردہ دل کے ساتھ حاضر ہوا ہوں ان حالات کو آپ کے سامنے پیش کرنے کے لیے جن کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اس سے پہلے کہ

میں اس قیامت صغریٰ کا ذکر کروں اور اس کی تفصیلات آپ کے سامنے پیش کروں میں ایک گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں جو ایک عام رواجی پہلو ان تمام واقعات کا دیا جا رہا ہے ملک میں اور بیرون ملک وہ یہ ہے کہ گویا پٹھانوں اور مہاجروں کے اختلاف کی شکل میں یہ واقعہ رونما ہوا، میں اولین فرصت میں چاہتا ہوں کہ اس غلط فہمی کو، اس لغو بیانی کو، اس لغو تعبیر کو، آپ کے سامنے رد کروں، میں ان چند افراد میں سے ہوں جنہوں نے نہ صرف پاکستان بننے کے بعد بلکہ پاکستان بننے سے پہلے بھی دیکھا کہ برصغیر ہندوستان کے دو علاقے ایسے تھے ایک وہ جنہیں اقلیتی صوبے کہا جاتا ہے اور ایک وہ علاقہ جسے سرحدی صوبہ یا نارتھ ویسٹرن فرنٹیئر پراونس کہا جاتا ہے، یہاں کے لوگوں میں اتنی چیزیں مشترک تھیں اور آج بھی ہیں اور پاکستان بننے کے ۴۰ سال کے عرصے میں یہ ساتھ رہے ہیں اور ان کا بڑا کنٹری بیوشن ہے۔ اگر میں آپ کو یاد دلاؤں کہ دو ہی یہ طبقے ہیں جو اپنی خوشی سے، اپنی رائے سے آزادی سے اس ملک میں آباد ہوئے ہیں، آپ کو یاد ہوگا کہ فرنٹیئر دوسرے صوبوں کی طرح جغرافیائی حدود کی وجہ سے پاکستان میں نہیں آیا، بلکہ ایک ریفرنڈم کرایا گیا اور ریفرنڈم ان حالات میں کرایا گیا جب وہاں ایک کانگریسی حکومت تھی اور ہمارے غیور پٹھانوں نے باوجود حکومت کے تمام دباؤ کے ووٹ دیا کہ وہ پاکستان میں شامل ہونا چاہتے ہیں، اسی طرح وہ لوگ جو اس علاقے سے باہر تھے جنہیں آپ مینارٹی پراونس کہتے ہیں، انہوں نے اپنی مرضی سے ہجرت کی اور آگ اور خون کے دریا سے گزرے، قربانیاں دیں، عصمتیں لٹائی، جانیں قربان کیں اور اپنی اربوں روپے کی جائیدادیں چھوڑیں مگر اپنی خوشی سے یہاں آئے اور اتفاق کی بات دیکھیے کہ ۴۸ - ۱۹۴۷ء سے میں کراچی سے اور کراچی کی ہر سیاسی سطح سے واقف رہا ہوں، سب سے پہلے یہی لوگ کراچی آئے، آج جو کراچی آپ دیکھ رہے ہیں وہ کراچی کسی اور کا بنایا ہوا نہیں ہے، کراچی ابتداء میں ڈھائی لاکھ پونے تین لاکھ کا ایک شہر تھا، آج ۸۰ لاکھ یا ۹۰ لاکھ کی آبادی اور اس کی تعمیرات میں اور اس کے بنانے میں، اس کو مزین کرنے میں کن کا ہاتھ ہے ایک طرف تو سرحد سے پٹھان آیا، دوسری طرف سے مہاجر آیا ہمارے سندھی بھائیوں نے اپنی آغوش کھول دی اور ہمارے لئے پوری جگہیں خالی کر کے دیں، اور ہم نے مل کر تعمیری کام شروع کیا، پورے کراچی کے کسی گلی کوچے میں آپ چلے جائیں کراچی کی کسی فیکٹری میں چلے جائیں کراچی کے کسی بازار میں آپ چلے جائیں آپ دیکھیں گے کہ پٹھان اور مہاجر کس طرح رہ رہے ہیں، آج بھی رہ رہے

[Mr. Muhammad Mohsin Siddiqui]

ہیں میں آپ کو اپنی ایک ذاتی مثال دیتا ہوں، میرے پاس گھر پر ۹ ملازم ہیں جن میں سے ۷ پٹھان ہیں، جن میں سے ۳ چوکیدار ہیں، میں نے گھر پر اپنی حفاظت کے لیے کسی آدمی کو اعتماد کے ساتھ رکھا تو وہ پٹھان تھا، میری فیکٹری میں ۴۰ پٹھان ہیں، میرے دفتر میں ۹ پٹھان ہیں، میں ایک چھوٹا سا فرد ہوں اسی طرح کراچی کا کوئی ایسا گھر نہیں ہے کراچی کا کوئی ایسا ادارہ نہیں ہے کراچی کا کوئی بزنس ہاؤس نہیں ہے، کراچی کی کوئی فیکٹری نہیں ہے جہاں پٹھان نہ ہوں، وہ اپنے خون اور پسینے سے کراچی کی آبیاری کرتے ہیں، جو کام پٹھان نے کراچی میں انجام دیا ہے وہ دوسرے شخص نے نہیں دیا، اور کراچی کا ہر رہنے والا جانتا ہے ہمارے پٹھان بھائیوں کی مدد کے بغیر کراچی کبھی عروس البلاد نہیں بن سکتا تھا، وہ کبھی روشنیوں کا شہر نہیں بن سکتا تھا۔ کون لوگ ہیں جو آج اسے اندھیرے کا شہر بنانا چاہتے ہیں، آپ کو ان چہروں کی نقاب کشائی کرنا ہوگی۔

اکثر میرے دوستوں نے کہا کہ مہاجر کا نام نہ لیا جائے، میں بھی کہتا ہوں میں شاید اس معاملے میں ان سے زیادہ شدید ہوں مگر جو پالیسیاں آپ نے متعین کی ہوئی ہیں، آج بھی اگر کوئی لڑکا انٹرویو کے لیے جاتا ہے تو اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تم کہاں پیدا ہوئے جب وہ اپنے جائے پیدائش کی نشاندہی کرتا ہے تو دوسرا سوال پوچھا جاتا ہے کہ تمہارا باپ کہاں پیدا ہوا ان کی بھی جب وہ نشاندہی کرتا ہے تو تیسرا سوال پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے دادا کہاں پیدا ہوئے تھے آپ قومی یکجہتی چاہتے ہیں، آپ اس ملک کو ایک قومیت میں تبدیل کرنا چاہتے ہیں، اور لوگوں سے یہ پوچھتے ہیں، میں نے متعدد بار یہ مشورہ دیا، متعدد بار ایکٹ بنا کر دیا، کہ ایک تاریخ مقرر کر دو، اس تاریخ کے بعد جو لوگ اس سرحد میں داخل ہو گئے ہیں، وہ پاکستانی ہیں اور کسی دوسرے نام سے وہ اپنے آپ کو یاد نہیں کر سکتے، مگر ایسا نہیں ہوا، دوسری طرف آپ یہ دیکھیں، کہ آج میرے دوست جناب جاوید جبار صاحب نے ایک نوجوان کا نام لیا، جسے احمد الطاف کہتے ہیں، جنہوں نے ایم کیو ایم، یعنی مہاجر قومی محاذ" بنایا ہے اور اس کی وجہ سے انتظامیہ اکثر یہ ذمہ داری رکھتی ہے کہ ان کی وجہ سے یہ فسادات ہوتے ہیں، میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ لڑکے اور نوجوان کون ہیں، آج جو پاکستان میں ہجرت کر کے آئے تھے، شاید اس میں سے ۱۰، ۱۵ فیصد سے زیادہ آدمی زندہ نہیں ہیں، تو یہ ۸۰، ۸۵ فی صد وہ نوجوان ہیں جو یہیں پیدا ہوئے ہیں، ۴۰ سال کے عرصے میں یہ نوجوان ہی نہیں بلکہ

ادھیڑ عمر میں پہنچ رہے ہیں، ان کو ایک احساس محرومی ہے، ان کے تمام آگے تک راستے جب بلاک کئے جا رہے ہیں تو وہ کریں گے کیا! یہ کہاں جائیں گے، ظاہر ہے اسی قسم کے شرپسند عناصر کی طرف ان کا رخ ہوگا۔

میں آپ کو ایک اور واقعہ یاد دلاتا ہوں، ۱۹۳۹ء میں امرت بازار پتریکا کلکتہ میں ایک خبر شائع ہوئی کہ ایک نوجوان جس کا نام مجیب الرحمٰن ہے اس کے دو ساتھی سائیکل پر کلکتہ سے دہلی قائداعظم سے ۱۰ اورنگ زیب روڈ پر ملنے آرہے ہیں، میں اس وقت آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کا جنرل سیکرٹری تھا۔ میں نے کہا کہ یہ کون پاگل آدمی ہے، مسٹر ہدا جو بعد میں منسٹر بھی رہے ہیں، وہ ہمارے بنگال کے سیکرٹری تھے، میں نے ان کو ٹیلی گرام دیا کہ بھئی یہ کون صاحب ہیں، تو معلوم ہوا کہ ایک نوجوان، جوشیلا ہے، بڑا عمدہ کارکن ہے، چنانچہ علی گڑھ کی ایک تنظیم میں نے بھیجی، کہ انہیں ریسیو کر کے علی گڑھ لائیں، وہ نوجوان جب علی گڑھ آیا، اس کے جذبات، اس کے ولولے، اس کی امنگیں، ہمارے لئے باعث مسرت تھیں، مگر وہی نوجوان جب احساس محرومی کا شکار ہوا، جب تک سہروردی جیسا معتبر اور معتقد رہنما ان کے ساتھ رہا اس وقت تک تو ٹھیک رہا، مگر اس کے بعد پلٹن میدان میں جو پہلا جلسہ اس نے سہروردی کے مرنے کے بعد کیا، وہ یقیناً فقید المثال تھا اور اس کے بعد اس شخص کا رخ بدلا، تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ پاکستان بنانے والا، وہ سائیکل پر کلکتہ سے دہلی آنے والا شخص پاکستان کو ہتھوڑے سے توڑنا چاہتا تھا، کیا طرفہ تماشہ ہے کیا مضائقہ ہے کہ خود بنانے والا اور اس قسم کا جانفشانی سے پاکستان کو بنانے والا وہ توڑے۔ حالات نے اسے مجبور کیا تھا۔

اسی طریقے سے اس کی بین مثال میں آپ کو دیتا ہوں، احمد الطاف، میں اسے جانتا ہوں، ایک نوجوان کی حیثیت سے، جب مایوسیوں کا شکار ہو کر اپنے نوجوان ساتھیوں کے ساتھ اس نے نشتر پارک میں جلسہ کیا۔ اس سے تمام لوگوں کی آنکھیں ششدر رہ گئیں نہ بے نظیر بھٹو کا جلسہ اتنا بڑا ہوا، نہ جماعت اسلامی کا جلسہ ہوا، نہ مسلم لیگ کا جس میں پرائم منسٹر خود تشریف لائے تھے، نہ ایم آر ڈی کا، تو وہ کیا تھا، وہ صرف یہ تھا، وہ تمام نوجوان طبقہ جو محرومیوں کا شکار رہے وہ سب اسی کی آواز کو اپنی آواز سمجھ کر آگیا ہے آج ان کو مطعون کر کے ان کو مار مار کر آپ نے پھر ان کو دشمنان پاکستان کی طرف بھیج دیا، آج وہ جی ایم سید اور جیئے سندھ کے آدمیوں سے مل گئے اور نتیجے کی شکل میں

[Mr. Muhammad Mohsin Siddiqui]

پاکستان کو بنانے والوں کی اولادیں پاکستان کو ہتھوڑا لے کر توڑنے والی ہو جائیں گی۔ میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ میں نے اپنا بچپن، اپنی جوانی، اپنا عنفوان شباب اپنی ادھیڑ عمر اور اب میرا بڑھاپا پاکستان کی خدمت میں صرف کیا ہے۔ اے کاش میں اس دن کے لئے زندہ نہ رہوں کہ مجھے اس خطہ زمین بھی وہی حال نظر آئے جو بنگلہ دیش میں یا ایسٹ پاکستان میں ہوا۔

گزارش صرف یہ تھی کہ ہمیں اسے صرف لاء اینڈ آرڈر سمجھ کر بحث و تمحیص نہیں کرنا ہے ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ وہ کیا عوارض ہیں، کیا وہ وجوہ ہیں جن کی وجہ سے یہ حالات پیدا ہوئے ہیں اور ان ہاتھوں کی نشاندہی کرنا ہے۔ سب سے پہلے ہمارے معاشرے میں ایک احساس محرومی ہے اور وہ احساس محرومی اس حد تک گئی ہے کہ لوگوں میں انتہائی فرسٹریشن پیدا ہو چکی ہے دوسری طرف میں ایک اور واقعہ کی طرف آپ کی توجہ دلاتا ہوں، ۲۴-۵-۷۶ء میں یہ سہراب گوٹھ کی بستی آباد کی گئی میں کسی کا نام نہیں لینا چاہتا کیونکہ ان میں سے چند لوگ اس دنیا میں نہیں ہیں۔ جنہوں نے ایک سازش کے تحت سرکاری اور نجی زمینوں کے اوپر قبضہ کرا کر یہ اڈے قائم کیے اور وہ کراچی کا ایک باڑہ بنا، اب وہ باڑہ بڑھتے بڑھتے ہیروئن اور حشیش کا اڈہ بنا، اب وہ آرمز کا اڈہ بنا، اور انتظامیہ کو ہزارہا بار بلکہ لاکھوں بار مختلف آوازوں میں، میں نے دو تین درجن مرتبہ اس آگسٹ ہاؤس میں بھی توجہ دلائی یہ اڈے آپ کے لئے اور ملک کے لئے اور کراچی کے رہنے والوں کے لئے ایک عذاب ثابت ہوں گے، مگر کوئی شنوائی نہیں ہوئی آج وزیر داخلہ صاحب کی خدمت میں، میں بڑے ادب سے گزارش کروں گا کہ سہراب گوٹھ کا واقعہ آج آپ کو کیسے یاد آیا، یا اس سے پہلے جو حکومتیں تھیں، ان سب کی توجہ اس طرف دلائی گئی ہے یاد اس طرح آیا جب انہوں نے دیکھا شہر کی فضا مختلف چھوٹے چھوٹے مسئلوں پر مکدر ہو جاتی ہے تو انہوں نے اتنا بڑا آپریشن کیسے کیا، کیا انتظامات کئے، کیا ان کے پاس انٹیلی جنس ایجنسیاں نہیں تھیں کیا وہ پولیس فورس نہیں تھی کہ جو بتاتی کہ جس وقت آپ سہراب گوٹھ پر اس قسم کا عمل کریں گے تو نہ صرف سہراب گوٹھ کے منشیات فروش، اسلحہ فروش، اور سمگلرز پورے شہر میں پھیل جائیں گے بلکہ آپ کی توجہ اپنی طرف سے ہٹانے کے لئے وہ کوئی نہ کوئی ضرور ایسی کارروائی کریں گے جس سے شہر میں آگ لگے۔ مگر افسوس صد افسوس، ان لوگوں نے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یا تو جان بوجھ کر یا مجرمانہ غفلت کر کے اتنا بڑا عمل کیا اور پورے شہر کو خصوصاً وہ علاقے جیسے اورنگی، علی گڑھ، قصبہ کالونی کے علاقے یہ وہ علاقے ہیں جہاں پر ہر طبقے کے لوگ رہتے ہیں مگر نام

بہاریوں کا مشہور ہو گیا ہے ۔ علی گڑھ کالونی میں ایک بہاری نہیں جیسے نام سے ظاہر ہے اور جہاں پہلی مرتبہ یہ واقعہ ہوا ہے ۔ علی گڑھ کالونی میں علی گڑھ کے رہنے والے ہیں اور مزدور ہیں جو والیکا مل کے بالکل قریب ہے ۔ اسی طرح قصبہ کالونی اور خود اورنگی میں کم از کم ایک ڈیڑھ لاکھ سندھی آباد ہیں منگھو پیر اور اس کے گرد و نواح میں گاؤں ہیں اس کے علاوہ پٹھان بھی آباد ہیں ۔ بہاری بھی اور دوسرے علاقے کے لوگ بھی آباد ہیں ۔ مگر ان علاقوں کو اس لئے چھوڑ دیا گیا کہ یہاں ان لوگوں کے دوسرے اڈے ہیں ۔ وہی سہراب گوٹھ کے لوگوں کے اڈے ان پہاڑیوں پر ہیں ۔ جو پہاڑیاں بالکل ساتھ ساتھ ان علاقوں کے چلتی ہیں ۔ اور وہاں اسی قسم کے زمین دوز ، منزل بہ منزل عمارتیں موجود ہیں جہاں اسلحہ موجود ہے ، ہیروئن اور سمگلنگ کا مال موجود ہے ۔ اس سے زیادہ غم اور افسوس کی بات یہ ہے کہ جب انہوں نے ایکشن کیا ہے تو پولیس ، فوج ، سب سہراب گوٹھ نہ پہنچ سکے اور جس علاقے میں یہ قصہ ہوا وہاں ڈائریکٹ روڈ ہے جس کا پورا فاصلہ دس کلومیٹر سے زیادہ نہیں ہے ۔ چھ آٹھ گھنٹے تک لوگ کھلے عام قتل و غارت کرتے رہے ہیں ۔ کلاشنکوف لئے ہوئے پوری طرح حملہ کر رہے ہیں ۔ انتظامیہ ، ڈسٹرکٹ ساؤتھ اور ڈسٹرکٹ ویسٹ کا ڈپٹی کمشنر ، پولیس ، ایس ایس پی سب اسی علاقے میں موجود ہیں ۔ ممکن ہے کہ کوئی ایک میل کے فاصلہ پر ہو کوئی آدھے میل کے فاصلے پہ ہو ۔ مگر چھ آٹھ گھنٹے تک نہ وہاں فوج پہنچی نہ پولیس اور وہاں ایسی بربریت کا مظاہرہ کیا گیا ہے جو انسان سوچ نہیں سکتا ۔ نہ صرف لوگوں کو کلاشنکوف اور گولیوں سے مارا گیا بلکہ آگ لگائی گئی ۔ بچوں کو اٹھا اٹھا کر اس میں پھینکا گیا ۔ ایک ۹۰ سال کا مسلم لیگی جس سے میں واقف ہوں وہ مفلوج تھا مگر اسے بھی اٹھا کر اس میں پھینکا گیا ۔ عورتوں کو پھینکا گیا جلایا گیا ۔ یہ سب کچھ ہوتا رہا مگر کسی کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی ۔ یہ سب کون کر رہا تھا ۔ میں آپ سے سچ عرض کرتا ہوں پاکستان بنتے وقت جو قتل و غارت ہوئی تھی وہ بھی میں نے دیکھی ہے مگر جہاں تک اس کی وسعتیں تھیں وہ یقیناً بہت زیادہ تھیں مگر جہاں تک اس کے عمل کا تعلق تھا وہ اس سے بہت کم تھا گویا ہم نے وہ کیا جو سکھ اور ہندو بھی نہیں کر سکتے تھے جو مسلمان نے مسلمان کے ساتھ کیا ۔ میری گزارش اس سلسلے میں یہ ہو گی کہ صرف اسکو law and order situation سمجھ کر یا ایک happening سمجھ کر نہ دیکھا جائے بلکہ اس میں آپ کو یہ دیکھنا پڑے گا کہ اس کے پیچھے کون سی طاقتیں ہیں ، قوتیں ہیں اور عوارض ہیں ۔ اور کون سے وجوہ ہیں جن کی وجہ سے یہ واقعات

[Mr. Muhammad Mohsin Siddiqui]

ہوئے اور جب تک آپ دیانت داری سے ان کی نشاندہی نہیں کریں گے اس طرف توجہ نہیں دیں گے اور اس کا مداوا تلاش نہیں کریں گے اس کا حل تلاش نہیں کریں گے اس وقت تک یہ چیز پیدا نہیں ہوگی۔

جناب چیئرمین! میں زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ میں چند عملی تجاویز کچھ اس طرح آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں کہ اگر قبول افتد زہے عز و شرف۔ ہمارے وزیر اعظم صاحب یہاں موجود نہیں، مگر وزیر داخلہ اور دوسرے وزراء یہاں موجود ہیں۔ آج میں خصوصاً آپ کی اور اس ایوان کی وساطت سے ان کی خدمت میں چند ایسے نکات پیش کرنا چاہتا ہوں جن کی طرف فوری توجہ دینا ہے اور فوری حل تلاش کرنا ہے۔

کراچی ۸۰، ۹۰ لاکھ آبادی کا شہر ہے یہ شہر کھلا ہے جو چاہے آئے جو چاہے جائے، جو چیز لانا چاہے لائے جو چیز لے جانا چاہے لے جائے ملک کے اندر لے جائے یا ملک سے باہر لے جائے وہ تمام ایجنسیاں جو اس کی روک تھام کر سکتی تھیں وہ سب ان سے ملی ہوئی ہیں سب سے پہلے اولین فرصت میں کراچی میں ہر پوائنٹ آف انٹری کے اوپر چیک پوسٹ ہونی چاہیئے۔ اس میں نہ پولیس ہو اور نہ کوئی دوسری فورس ہو بلکہ اس کے لئے ایک سپیشل فورس بھرتی کی جائے۔ جیسے کوسٹ گارڈ ریکروٹ کیا ہے اسی قسم کی ایک ایسی فورس بنائی جائے جس کی کوئی ٹریننگ ہو، بیک گراؤنڈ ہو، اس کی دیانت و امانت پر کوئی شک نہ کر سکے باقی اللہ حافظ ہے اور کوئی آدمی اس وقت تک شہر میں داخل نہ ہو جب تک اس کی پوری چھان بین نہ کر لی جائے اور وہیں پر اس کی رجسٹریشن کر لی جائے اور اگر اس کے پاس آرمز لائسنس نہ ہوں تو اس کے پاس ایسا اسلحہ جو غیر لائسنس شدہ ہو، ایسا مال جو سمگلنگ کا ہو وہیں ضبط کر لیا جائے۔

کراچی کے اندر آپ ہر چیز کو آنے دیتے ہیں، اڈے بننے دیتے ہیں، چیزیں جمع ہونے دیتے ہیں، حالات بدلنے دیتے ہیں تو اس کے بعد آپ چاہتے ہیں کہ کراچی کے حالات کو کنٹرول میں کریں۔ یہ ناممکن ہے۔ مجھے یاد ہے کہ میں تھوڑے دن پہلے میرے خیال میں ایک سال ہوا ہوگا اپنے ایک عزیز دوست کی جو ذمہ دار عہدے پر فائز ہیں، کار پر پشاور سے اسلام آباد آ رہا تھا۔ راستے میں اٹک پل پر انہوں نے روکا، انہوں نے تلاشی لی، ڈگی کھولی اور سامان بھی دیکھا۔ میں بڑا خوش ہوا اور کہا کہ شکر ہے پاکستان میں کوئی جگہ تو

ہے جہاں اس قسم کی چیکنگ ہوتی ہے کوئی وجہ نہیں کہ جب آپ اٹک پل پر ایسا کر سکتے ہیں تو کراچی کی تین پوائنٹ آف انٹری پر نہ کر سکیں ، ایک ریلوے ، ایک روڈ ز ، اور ایک ائیرپورٹ ان تینوں جگہوں پر جہاں لوگ اتریں اور کراچی کی حدود میں داخل ہونا چاہیں وہیں پر چیک کر لیں ۔

کراچی میں آج دن دہاڑے بنکوں کو لوٹا جا رہا ہے ، جیسے میرے محترم دوست مولانا صاحب نے فرمایا کہ اب تو وہاں پر اسلحہ بڑی آسانی سے کرایہ پر ملتا ہے ۔ آپ چاہیں کلاشنکوف درجنوں میں لے لیں صرف آپ روپیہ جمع کرا دیں ، آپ لے جائیں اسے استعمال کریں بنک اور گھروں کو لوٹیں ، لوگوں کی دکانیں لوٹیں اور اس کے بعد آ کے وہ واپس دیجئے آپ کا ڈیپازٹ واپس اور اس کا کرایہ دیں یہ حقیقت ہے اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہے ، بالکل حقیقی واقعات ہیں ۔ جس شہر میں آپ نے یہ حالت کر رکھی ہے اس کو آپ کس طرح بچا سکتے ہیں ۔

دوسری بات یہ کہ شہر ساڑھے تین لاکھ کا تھا ۔ آج وہاں اسی لاکھ آبادی ہے ، نہ وہاں سڑکیں ، نہ وہاں پانی کے انتظامات نہ وہاں بجلی کے انتظامات ہیں ۔ کوئی کام بھی آپ نے اس حساب اور مناسبت سے آج تک نہیں کیا ، سڑکوں پر ٹریفک بڑھتی جا رہی ہے ۔ میں نے دنیا میں دو دو تین تین لاکھ کے شہر دیکھے ہیں ، جہاں انہوں نے متبادل راستے بنائے ہوئے ہیں جہاں ٹریفک کو کنٹرول کیا جاتا ہے ۔ ایسی پبلک ، ٹرانسپورٹ انہوں نے انڈر گراؤنڈ اور الیکٹرک ٹرینز اس طرح چلائی ہیں جس سے لوگ نہ پرائیویٹ کاریں زیادہ استعمال کر سکتے ہیں اور نہ منی بسیں استعمال کرتے ہیں ۔ اس سلسلے میں مختلف دفتروں میں مختلف کمیٹیاں بنیں جیسا کہ جاوید جبار صاحب نے ذکر کیا ۔ جناب مسعود الزمان صاحب کراچی کمیشن کے چیئرمین تھے ، ان کی کمیٹی میں ہم نے کراچی کے مسائل سے آگاہ کیا اور یہی نہیں مدد کے لئے انٹرنیشنل ایجنسیاں آنے کو تیار ہیں اور آپ تو فنانس منسٹر بھی رہے ہیں اس لئے آپ کو معلوم ہوگا ۔ وہ اپنے خرچے پر یہ تمام زمین دوز ٹریفک کرنے کو تیار ہیں ۔ آپ کب تک لوگوں کی جانوں سے کھیلتے رہیں گے آپ کب تک اپنی مصلحتوں کا شکار ہو کر کراچی کے مسائل کی طرف توجہ نہیں دیں گے ۔ سب سے اہم یہ ہے کہ کراچی کے مسائل پر توجہ دی جائے ۔ اس طرح توجہ دی جائے ۔ جیسے آپ یوں سمجھیں کہ ایک بڑا پلان بنایا جاتا ہے اور آپ اسے معینہ وقت میں پایہ تکمیل تک پہنچائیں

[Mr. Muhammad Mohsin Siddiqui]

میری تیسری گزارش یہ ہوگی کہ وہ انتظامیہ جس کی ڈیوٹی تھی کہ وہ موقع پر پہنچتی جہاں فسادات کی اطلاع ملی تھی لیکن وہ نہیں پہنچی ۔ اب آپ نے ایک ڈی سی کو ادھر سے ادھر ٹرانسفر کر دیا ۔ اس لیپا پوتی سے کام نہیں چلے گا ۔ وہ تمام لوگ جن کی ذمہ داری تھی اس علاقے میں کہ لوگوں کی حفاظت کریں ۔ ان کی جان و مال کی حفاظت کریں وہ کیوں آٹھ گھنٹے تک نہیں پہنچے ۔ سرعام انکوائری کی جائے اور انہیں ایسی سزائیں دی جائیں جو دردناک ہوں ۔ ہمارے منتخب نمائندے اکثر کہتے رہے ہیں اور آج بھی کہہ رہے ہیں کہ بیوروکریسی ہے ۔ میں نہیں کہتا کہ بیوروکریسی میں سب برے ہیں ۔ مگر آج جو حالات ہیں خصوصاً امن و امان بحال کرنے والی ایجنسیاں جو ہیں ہر بدعنوانی خود ان سے شروع ہوتی ہے ۔ کوئی اڈا چل نہیں سکتا، کوئی حشیش اور ہیروئن کا کام چل نہیں سکتا جب تک ان کی سرپرستی حاصل نہ ہو ۔ یہ صرف میں ہی نہیں کہتا بہت سے ایسے لوگ جو اقتدار میں بیٹھے ہیں ان سے باتیں ہوئی ہیں وہ خود اس بات کو مانتے ہیں ۔ مگر کون سی چیز ہے جو انہیں روک رہی ہے ، کون سی چیز ہے جو انہیں منع کر رہی ہے ۔ خدارا اب وقت آ گیا ہے ۔ اگر اب بھی آنکھیں نہ کھلیں، تو یہ یاد رکھیئے کہ کراچی ایک منی پاکستان ہے اور ہر صوبے ہر علاقے کے ہر لسانی اکائی کے لوگ وہاں رہتے ہیں اور باہم شیر و شکر رہتے ہیں اگر آپ نے اس کے امن و امان کو تباہ کیا تو یقیناً اس کا اثر پورے ملک پر پڑے گا ۔

میں آپ کو ایک مثال دیتا ہوں ۔ صرف کسٹم ہاؤس کی اپریزنگ سے آٹھ سے دس کروڑ روپے کی روزانہ آمدنی ہوتی ہے ۔ جس وقت کرفیو لگا ہے تو پچاس لاکھ سے لیکر ایک کروڑ روپے رہ گئی ہے ۔ اگر اسی طرح کے حالات رہے تو آپ کے اقتصادی حالات کہاں جائیں گے ، آپ کا بجٹ کہاں جائے گا ۔ خدارا آپ صرف کراچی والوں کی خاطر نہیں ملک کی خاطر بھی ذرا سوچیں ۔ یہ انتہائی ضروری ہے کہ آپ ان تمام منافقوں کو بے نقاب کریں، تمام لوگوں کو، چاہے وہ سرکاری عہدوں پر ہوں یا چاہے وہ ان کے پیچھے ہوں یا لیڈر ہوں ان کو بے نقاب کیجئے اور اگر اس کے لئے کوئی سپیشل لاء بنانے کی ضرورت ہو تو مجھے پورا یقین ہے کہ نیشنل اسمبلی اور سینیٹ اس قانون کو جلد سے جلد پاس کر دیں گی ۔ اگر آپ سپیشل ٹریبونل بنانا چاہتے ہیں، سپیشل ٹریبونل بنائیے خدارا اس میں دیر نہ کیجئے ۔ اگر آپ اس ملک کو بچانا چاہتے ہیں، اس ملک کا استحکام اس ملک کی بقا چاہتے ہیں تو انتہائی ضروری ہے کہ یہ اقدامات فوراً کیے جائیں ۔ ایک اور پہلو جو آپ اور اس ایوان کی توجہ کا مستحق ہے کہ کراچی میں اتنے بڑے

فسادات ہوئے جن میں تقریباً آفیشل فگرز کے مطابق ایک سو اڑسٹھ یا غیر سرکاری طور پر جو کہا جاتا ہے وہ کچھ زیادہ ہے۔

ایدھی ٹرسٹ، میں سمجھتا ہوں ناحق شناسی ہوگی اور میں اپنے فرائض میں کوتاہی کروں گا اگر میں اس شخص واحد کا اور اس کے ادارے کا نام نہ لوں۔ جو اس قیامت صغریٰ میں کراچی کے لیے ایک فرشتہ رحمت ثابت ہوا ہے۔ اس نے اور اس کے کارکنوں نے کوئی علاقہ ایسا نہ تھا جہاں کھانا پینا دوائیاں ایمبولینس، کوئی چیز جو ان کے لیے ضروری تھی وہ نہ پہنچائی ہو۔ میں کراچی کے ان لوگوں کو مستحسن سمجھتا ہوں جنہوں نے ان کی مالی وسائل سے مدد کی۔ ان کی رپورٹ کے مطابق، کیونکہ تجہیز و تکفین کا کام بھی وہ کرتے ہیں، دو سو تیئیس آدمی تھے اور عام کراچی کی فضا کا تاثر یہ ہے کہ کم از کم پانچ چھ سو آدمی مارے گئے۔ ان متاثرہ لوگوں اور ان کے لٹے پٹے خاندان یا جو اس غم سے دوچار تھے ان کے لئے صوبائی حکومت نے تیس لاکھ روپے کی مدد کی۔ آپ ذرا سوچیں۔ یہ مضحکہ خیز بات ہے، یہ مذاق ہے جبکہ کراچی کے شہریوں نے اپنے پاس سے کروڑوں روپے دیئے ہیں۔ یہ حکومت کا رویہ ہے۔ میں اسی حکومت کا ایک جزو ہوں مگر مجھے سخت غم ہوتا ہے یہ تو زخموں پر نمک چھڑکنا ہوا۔ اس وقت کم سے کم دس سے بیس کروڑ روپے کا ایک سپیشل فنڈ قائم کیا جاتا۔ اگر آپ کے خزانے میں کمی ہے تو ایک فنڈ قائم کیجئے جس میں وزیراعظم یا صدر کے نام سے جیسے بھی آپ مناسب سمجھیں رقوم جمع کر کے ان کی ضروری مدد کیجئے۔ ہسپتالوں میں دوائیاں نہیں ہیں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ کویت ہسپتال، جو اورنگی ٹاؤن میں ہے، سول ہسپتال، عباسی شہید ہسپتال میں لوگ پوری پوری سوزوکیاں بھر کر دوائیاں پہنچاتے تھے۔ مگر جہاں تک حکومت کی مشینری کا تعلق ہے اس نے کوئی عمل نہیں کیا۔ اس لئے انتہائی ضروری ہے کہ فوری سروے کیا جائے کہ کتنا جانی نقصان ہوا ہے کتنا مالی نقصان ہوا ہے اور بلا لحاظ اس کے کہ کون کہاں کا رہنے والا ہے یا کس کا کس سے تعلق ہے، ہر وہ آدمی جو مظلوم ہے، ہر وہ فرد جس پر ظلم ہوا ہے، ہر وہ خاندان جس کے لوگ شہید ہوئے ہیں، بلاتفریق ان کو معاوضہ دیا جائے اور نہ صرف معاوضہ دیا جائے بلکہ ایسا کیا جائے کہ اس خاندان کے لوگ دوبارہ اپنی زندگی بسر کر سکیں۔

چوتھا نقطہ میں آپ کی خدمت میں یہ پیش کروں گا کہ وہ تمام لوگ جو حشیش، ہیروئن یا اسلحہ کے غیر قانونی کاروبار میں ملوث تھے چاہے وہ مہاجر ہوں یا پٹھان ہوں چاہے انہیں ابھی آپ نے قید کیا ہو یا دو چار پانچ مہینے پہلے کیا ہو پہلے ان سب کو رہا کیجئے اور اس طرح اگر آپ سمجھتے ہیں، بجبر

[Mr. Muhammad Mohsin Siddiqui]

بھی کوئی گنجائش ہے تو ان کو ضمانت پر لائیے۔ ان سے الگ الگ میٹنگیں کیجئے، پھر ان کو اکٹھا کیجئے اور ان کو ساتھ لے کر ان علاقوں میں جائیے جن علاقوں میں آج ٹینشن ہے۔ اس وقت اگر کسی سے پوچھو کراچی کا حال تو وہ کہے گا فی الحال امن وامان ہے۔ یہ بالکل اپنے آپ کو غلط فہمی کا شکار کرنا ہے یہ سمجھا جائے کہ اس وقت کراچی کی موجودہ فضا میں امن وامان کی صورت بہتر بن سکتی ہے۔ اس وقت ہر گھر سہما ہوا ہے، ابھی تھوڑے دن پہلے تک ہر مسجد میں اذانیں ہوتی تھیں، بجلی کا ہر کھمبا بجایا جاتا تھا، معلوم ہوتا تھا کہ قیامت آ رہی ہے اور اب بھی آپ میں سے جو حضرات آنا چاہیں، میں بہت چھوٹا آدمی ہوں، مگر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جس علاقے میں آپ جائیں گے، آپ کی آؤ بھگت ہوگی، آپ خود جا کر دیکھ لیں کہ لوگوں کا کیا عالم ہے، کس طرح لوگ سہمے ہوئے ہیں، ابھی بھی راتوں کو ہر گھر میں، ہر محلے میں چند لوگ سوتے ہیں، چند لوگ پہرہ دیتے ہیں، ہر ایک کو ڈر ہے کہ کہیں پھر دوسرے آدمی اس طرح سے اسلحہ سے لیس ہو کر آ کر حملہ نہ کر دیں، نیندیں حرام ہیں لوگوں کی اور یہ ایک چھوٹی سی غلط فہمی بھی رنگ لا سکتی ہے۔

اب میں ایک غلط فہمی کا ازالہ کروں اور آپ کو سن کر تعجب ہوگا، بشریٰ زیدی کا کیس جس میں ایک ڈرائیور نے فٹ پاتھ پر گاڑی چڑھا کر لڑکیوں کو کچلا، جس میں ایک بشریٰ زیدی شہید ہوئی، جب میں نے انکوائری کی تو معلوم ہوا کہ وہ ڈرائیور پٹھان نہیں تھا، وہ ڈرائیور مہاجر تھا اور غلط فہمی اتنی پھیلی کہ جناب جیسے پٹھانوں نے آ کر بڑے ظلم کر دیئے، تو یہ افواہیں اور یہ چیزیں ہیں جو لوگوں کو سہما دیتی ہیں۔ ٹریفک کے حادثات کی ایک اور بھی وجہ ہے جو کراچی کے شہری آج ہر ٹریفک کے حادثے پر بس جلانے یا منی بس جلانے کی طرف دوڑتے ہیں، وجہ یہ ہے کہ کوئی اس کا مجرم ایک تو پکڑا نہیں جاتا، پکڑا جاتا ہے تو ضمانت ہو جاتی ہے اور ضمانت ہونے کے تھوڑے دن کے بعد وہ کیس ختم ہو جاتا ہے تو اب لوگوں نے دیکھا اور آپ کی آنکھوں اور میری آنکھوں کے سامنے اگر کوئی منی بس یا کوئی ٹرک کسی فٹ پاتھ پر کھڑے ہوتے بیگناہ نوجوان لڑکے یا لڑکی کو کچل دیتا ہے تو آپ کا کیا جی چاہے گا، اگر اس وقت میرے پاس کوئی ہتھیار ہو تو شاید میں بھی اسی وقت شوٹ کرنے کا سوچوں، اس لئے کہ ہم سب انسان ہیں اور انسان اگر انسان کے ساتھ ظلم کرے تو بڑا ظلم ہے، اس لیئے اتنی ضروری ہے کہ منی بسوں کو ختم کر کے اور جلد سے جلد ٹرانسپورٹ کا موزوں اور مناسب انتظام کیا جائے اور اس کے لیے سڑکوں پر پل بنا کر وہ تمام راستے کھول دیئے جائیں جہاں پر اس قسم کے واقعات ہو سکتے ہیں۔ کہیں پر ایک معمولی سی فائرنگ ہوتی ہے تو جناب فوراً ایک

کمیشن بیٹھ جاتا ہے اب تک کراچی کے مسائل کے، شروع کا جو واقعہ تھا اس کے لیے اب تک کوئی اعلیٰ سطح کی عدالتی انکوائری ہو جانی چاہیے تھی جو ان تمام وجوہ اور ان تمام عوارض کو ریکارڈ میں لائے اور اس کے بعد ایک رپورٹ مرتب کرے جس سے آپ صحیح حالات کا تجزیہ کر سکیں، ان واقعات کو معلوم کر سکیں اور پھر اس کا مداوا کر سکیں۔

میرے دوست جاوید جبار صاحب نے کہا کہ پولیس کی انتظامیہ میں تجربتاً منتخب ایس ایچ او رکھے جائیں، میں اس سلسلے میں شاید ان کی کوئی تائید نہ کر سکوں مگر یہ تائید ضرور کروں گا کہ پولیس کی انتظامیہ فوراً بدلی جائے، اور اس کراچی میں وہاں کے رہنے والے یا قرب و جوار کے رہنے والوں کو متعین کیا جائے تاکہ وہ ان لوگوں سے واقف ہوں، اگر آپ دوسرے علاقوں سے لوگ لاتے ہیں تو میں اس کا مخالف نہیں ہوں مگر پولیس جیسا کہ آپ بھی جانتے ہیں، میں بھی جانتا ہوں یہ صوبائی سبجیکٹ ہے تو کیوں نہ وہاں کے رہنے والے، جن کو اس علاقے سے واقعی دلچسپی ہو جو اسی علاقے کے رہنے والے ہوں جن کے گھر والے بھی وہاں ہوں اگر کوئی متاثر ہوگا تو ان کے گھر والے بھی متاثر ہوں گے اور جن کے گریبان تک لوگوں کا ہاتھ پہنچ سکتا ہے، ایسے لوگوں کو وہاں پر متعین کیا جائے اور ایک پوری ریکروٹمنٹ پالیسی اس سلسلے میں مرتب کی جائے۔

میری چھٹی گزارش یہ ہوگی کہ کراچی ایک کمشنر والی ڈویژن نہیں ہے، یہاں انتظامیہ بالکل اسی طریقے سے ہے جیسے ایک سکھر ڈویژن میں ہو یا مالاکنڈ ڈویژن میں ہو یا کوئی ایک ڈویژن لے لیجئے، وہاں وہ ۸۰ لاکھ کا شہر ہے اتنی گنجان آبادی ہے۔ اتنے مسائل ہیں اب انڈیا میں دیکھیے بمبئی کا set-up ہی بالکل دوسرا ہے اور وہ set-up اس طرح مرتب کیا گیا ہے تاکہ اس شہر کی بڑھتی ہوئی ضروریات اور بڑھتے ہوئے مسائل کو حل کیا جا سکے، اس ڈویژن کے تخیل کو آپ کراچی میں کبھی بھی خوش اسلوبی سے یا کامیابی سے نہیں چلا سکتے۔ اس لئے انتہائی ضروری ہے کہ اس کے اوپر ایک کمیشن بٹھایا جائے، میں کوئی آف ہینڈ تجویز اس لیے نہیں دینا چاہتا کہ یہ مسئلہ انتظامی ہے اور پولیٹیکل ہے مگر میں اس کی طرف توجہ اس لئے دلانا چاہتا ہوں تاکہ وزیر اعظم اور موجودہ حکومت کوئی ایسا کمیشن مقرر کرے جو کراچی کی انتظامیہ کے سلسلے میں آئندہ کوئی لائحہ عمل ایسا بنائے کہ جس کے ذریعے ایک ذمہ دار انتظامیہ کراچی میں مقرر کی جا سکے اور جس کے ذریعے کراچی کے شہریوں کی زندگی، جان اور مال کی حفاظت کی جا سکے۔

[Mr. Muhammad Mohsin Siddiqui]

آج یقیناً مانیے جناب چیئرمین صاحب کہ کراچی کا ہر شہری چاہے وہ کسی علاقے میں رہتا ہو۔ کیونکہ اب سے یہ فساد کسی خاص علاقہ میں نہیں ہوا ہے، اب کے ڈیفنس کالونی میں طارق روڈ پر میرے گھر کے پیچھے بھی اسی قسم کے واقعات ہوئے ہیں، مگر لوگ سمجھدار تھے کسی طرح سے وہ واقعات بہت وسیع پیمانے پر نہیں ہو سکے تو اب کوئی علاقہ کراچی کا نہیں بچے گا جہاں اس قسم کے واقعات نہ ہوں یہ جو آپ نے سہراب گوٹھ کے اوپر عمل کر کے اور پورے شہر میں آپ نے ہیروئن اور اسلحہ کی سمگلنگ کر لی ہے یہ جناب ایک سہراب گوٹھ تھا اب کتنے بہرام گوٹھ اور رکھرام گوٹھ بن گئے ہیں ان کی آپ باقاعدہ کارڈن کر کے mopping up operation آپ کو کرنا ہو گا ورنہ وہی حال ہو گا کہ جس وقت Anti prostitution act آیا ہے تو prostitution کے چھوٹے چھوٹے اڈے تو آپ نے بند کر دیئے مگر ہر بڑے شہر اور ہر قصبے میں آپ نے سینکڑوں اڈے قائم کرا دیئے۔ آج سہراب گوٹھ تو ختم ہو گیا، یقیناً ختم ہو جائے گا مگر وہ اڈے پورے شہر میں پھیلیں گے اور اس وقت موقع ہے کیونکہ اس وقت آپ کی توجہ بھی اس طرف ہے کہ آپ ایک mopping up operation کریں، اور ہر اس علاقے میں کریں جہاں لوگوں کو شبہات ہیں اور ایسے ۲۰ علاقوں کا میں خود نام لے سکتا ہوں مگر وقت کی کمی کے باعث میں اس تفصیل میں نہیں جانا چاہتا تو جب تک آپ یہ نہیں کریں گے اس وقت تک کراچی کی فضا کبھی خوشگوار نہیں ہو گی۔ آخر میں، میں ان شہیدوں کے خون کی، ان عورتوں کی، ان بچوں کی عصمتوں کی قسم کھا کے آپ سے یہ کہوں گا کہ خدارا اس کو سنجیدگی سے لیجئے خدارا اس عروس البلاد کو اس چھوٹے پاکستان کو بچائیے اس میں سب کی خیر ہے، اگر خدانخواستہ کراچی کسی اس قسم کے مزید ظلم اور ستم کا نشانہ بنا تو مجھے یقین ہے کہ اس پورے ملک پر اس کے اثرات ہوں گے۔

میں اس سے پہلے کہ اپنی تقریر ختم کروں اور میں آپ کے چہرے سے یہ محسوس کر سکتا ہوں کہ آپ چاہتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس بحث میں شریک ہوں مگر میں کوتاہی کروں گا اگر یہ عرض نہ کروں کہ افغان مہاجرین جو یقیناً ہمارے مسلمان بھائی ہیں اور جیسا کہ ہمارا فرض تھا کہ ایک مسلمان پڑوسی ملک کے باشندے اگر ظلم اور جبر و ستم کا شکار ہوں تو ہم ان کی مدد کریں، مگر ہم نے جو انہیں کھلا چھوڑ دیا اس میں کتنے دشمن کے ایجنٹ آئے ہیں، اس میں کتنے روسی ایجنٹ اس نام سے آ گئے ہوں گے، کسی کو پتہ نہیں ہے،

آپ دیکھیئے، آپ کے برابر ایران ہے، ایران میں بھی ہم سے کم ہیں وہاں میرا خیال ہے تقریباً ڈیڑھ ملین تعداد ان کی بتائی جاتی ہے مگر انہوں نے ان کے لیے مناسب کیمپ لگا دیئے، انہیں barbed wire سے کارڈن کر دیا، ان کی رجسٹریشن کی، ان کا اسلحہ اپنے پاس جمع کر لیا اور اس سے بعد ان کے رہنے سہنے کی وقتی آسائش کی اور ان کی حفاظت کے انتظامات کیے۔ آپ نے کھلی چھوٹ دی ہوئی ہے پورے ملک میں وہ آ رہے ہیں۔ خود وزیر داخلہ نے کل ہی بتایا کہ وہ شناختی کارڈ بھی لے رہے ہیں وہ پاسپورٹ بھی بنوا رہے ہیں تو یہ پھر افغان مہاجر کہاں ہوئے ان کو تو آپ نے اپنا شہری بنا لیا اور بہت سے ایسے لوگ ان میں ہو سکتے ہیں کہ جن کی وجہ سے وہ نکالے گئے ہیں یا جن کی وجہ سے افغان عوام پر یہ مصیبت آئی ہے۔ وہی لوگ ان میں اپنے ایجنٹ یہاں بھیجتے ہیں اس لئے جلد از جلد اس کے لئے ایک پالیسی وضع کی جائے، کس طرح اور کہاں کیمپ بنیں، میں نہیں کہتا کہ کراچی میں نہ بنائیے، یا فلاں جگہ بنایئے، جہاں مناسب سمجھیں، جہاں سے ان کی واپسی آسان ہو، تو ان کی رجسٹریشن کیجیئے، آرمز اگر ان کے پاس ہیں تو وہ آرمز جمع کیجیئے، اس کے بعد ان کیمپوں میں ان کو ٹرانسفر کیجیئے، اگر آپ اپنے معاشرے میں اس طریقے سے اجازت دیتے رہیں گے تو پھر وہ دشمن جو باہر سرحدوں پر ریشہ دوانیاں کر رہے ہیں اور اندرون ملک اس قسم کے ایجنٹ آ جائینگے تو پھر اس ملک کا خدا ہی حافظ ہے، آخر میں، میں آپ کا بڑا مشکور رہوں۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔

پیر الحاج محمد شاہ: اجازت ہو، تو تھوڑی سی مجھے بھی گزارش کرنی ہے۔

جناب چیئرمین: پیر صاحب اور بھی سپیکرز ہیں، پھر ان کو کہنے دیں آپ کی بھی باری آ جائے گی، جناب خضر حیات خان صاحب۔

سردار خضر حیات خان: بڑی مہربانی کہ آپ نے مجھے موقع عنایت فرمایا ہے اصل بات یہ ہے کہ کراچی کے المناک واقعات پر ہر محب وطن پاکستانی کا دل لرز اٹھا ہے اور اس کے ذہن میں بہت سے خوف ناک اور خطرناک خدشات ابھرتے ہیں کہ اللہ پاکستان کی خیر کرے اور یہ واقعہ جو ہے ساری قوم کے لیے باعث شرم ہے اور خطرناک ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کے قیام سے آج تک ۴۰ سال میں ہم نے سب کچھ کیا ہے، لیکن پاکستانیوں کو پاکستانی بنانے کے لیے کوئی کام نہیں کیا، اور نہ مسلمان بنانے کے لئے کام کیا ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ پچھلے

[Sardar Khizar Hayat Khan]

چالیس سالوں میں صوبائیت کی نفرتوں کے بیج بوتے گئے ہیں، علاقائیت کے بیج بوئے گئے ہیں اور لوگوں کو ایک دوسرے کے ساتھ لڑایا گیا ہے، جس کی وجہ سے آپس میں یگانگت پیدا نہیں ہوئی پاکستانی ہم نہیں بن سکے، اچھے شہری بھی ہم نہیں بن سکے، اور نہ اچھے مسلمان بن سکے ہیں یہ سمجھتا ہوں اور میرا یہ ایمان ہے کہ نہ یہ کام پاکستانیوں سے ہو سکتا تھا، اور نہ مسلمانوں سے ہو سکتا تھا جو واقعات کراچی میں ہوئے ہیں، نہ مسلمانوں کے لیے ہوئے ہیں نہ پاکستانیوں کے۔ کیونکہ اس طرح وحشیانہ اور بہیمانہ قتل و غارت ہوئی ہے کہ اس سے چنگیز خان اور ہلاکو کی روحیں بھی تڑپ اٹھی ہوں گی کہ ایسے واقعات بھی ہو سکتے ہیں۔ جناب چیئرمین! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں یہ جو قتل و غارت ہے یہ وہاں مقامی طور پر نہیں ہوئی ہے، یہ حملے ان لوگوں پر نہیں ہوئے ہیں، بلکہ اصل میں یہ پاکستان کے اوپر حملے کی ابتدا ہوئی ہے اور یہ نظریہ پاکستان پر حملہ تھا، پاکستان کو کمزور کرنے کے لئے یہ ساری باتیں ہوئی ہیں۔ پاکستان کی قسمت میں ایک عجیب بات آئی ہے کہ ہم میں جن لوگوں نے پاکستان کے قیام کی مخالفت کی تھی، وہ آج تک اس ملک میں دندناتے پھرتے ہیں۔ ملک میں ہر وہ کام جو پاکستان کو کمزور کرنے کے ہیں وہ کر رہے ہیں، اور کرتے رہیں گے، اس لئے میں حکومت سے یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ ان لوگوں کو جنہوں نے پاکستان کے قیام سے لے کر آج تک پاکستان کو قبول نہیں کیا ہے اور پاکستان کے خلاف سازشیں کرتے آئے ہیں اور کرتے رہے ہیں، ان کا سدباب کریں اور پاکستان میں پاکستانی بننے کے لیے حالات سازگار کریں اور مسلمان بنانے کے لیے بھی کوشش کریں۔ میں نے پہلے جو عرض کیا ہے کہ یہ حملہ وہاں کے نہتے لوگوں پر نہیں تھا، بلکہ پاکستان پر حملہ تھا کیونکہ اس سے پاکستان جتنا کمزور ہو سکتا ہے اس سے اور کوئی بڑی چیز نہیں ہو سکتی۔

جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وہاں پر جو حالات پیدا ہوئے، اور سہراب گوٹھ کا جو واقعہ ہوا ہے اس پر غور کریں۔ سہراب گوٹھ کب سے قائم ہے اور کب سے یہ کام چل رہا ہے لیکن کسی حکومت نے بھی، اسپیشل مارشل لاء حکومت نے بھی اس کا کوئی تدارک نہ کیا، اچانک یہ واقعات کیسے رونما ہو گئے ہیں وزیر داخلہ اور حکومت سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں، یہ واقعات صرف کراچی کے واقعات نہیں تھے، بلکہ آپ ملاحظہ کریں تو یہ پاکستان کے خلاف جو سازش ہوئی ہے پاکستان کو تباہ کرنے کی، وہ صرف کراچی کے واقعات سے ثابت نہیں ہوتی، بلکہ آپ کوئٹہ کو دیکھیں، حیدرآباد کو دیکھیں، اور لاہور کے شیعہ سنی

فسادات کو دیکھیں، یہ سب چیزیں اس بات کا ثبوت دیتی ہیں، کہ پاکستان کے خلاف پورے طریقے سے ایک سازش ہو رہی ہے پاکستان کو تباہ کرنے اور برباد کرنے کی، میں اس لئے حکومت سے استدعا کروں گا کہ ان لوگوں کو بے نقاب کرنے کی کوشش کریں جنہوں نے پاکستان کے خلاف سازشیں شروع کر رکھی ہیں، دوسری بات جو مجھے عرض کرنا ہے وہ یہ ہے کہ یہاں پر جو ڈبیٹ ہوئی ہے اور میں نے جو اندازہ لگایا ہے کہ ہر آدمی یہ سمجھتا ہے وہ کہتا ہے کہ اصل واقعات یہ ہیں، اور ابھی تک حکومت کو بھی یہ علم نہیں ہے کہ اصل واقعات کیا تھے، اور یہ کیوں ہوا، اس لئے وجوہات معلوم کرنے کے لئے ایک انڈی پینڈنٹ کمیشن قائم کیا جائے، جو یہ وجوہات معلوم کرے کہ یہ واقعات کیوں ہوئے ہیں اور ان کا کیا تدارک کرنا چاہیئے، اگر ہم نے اس کا تدارک نہ کیا اور وجوہات معلوم نہ کیں اور ہر آدمی اپنے خیال کے مطابق کہتا ہے کہ اصل واقعات یہ تھے تو پھر اصل واقعات کا حکومت کو بھی علم ہونا چاہیئے اور ہر پاکستانی کو بھی علم ہونا چاہیئے کہ یہ واقعات کیوں ہوئے ہیں، کیا یہ بیرونی سازش تھی یا پاکستان کے خلاف حملہ تھا یا وہاں پر لوکل کوئی ایسی صورت حال تھی۔

میں یہ عرض کروں گا کہ سب سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ ایک انڈیپینڈنٹ اور بے لاگ کمیشن قائم کیا جائے ایک سپریم کورٹ کے جج کی سرکردگی میں جس میں پنجاب، فرنٹیئر، بلوچستان سندھ سے ہائی کورٹ کا ایک ایک جج شامل ہو جو ان وجوہات کی بے رپورٹ تیار کریں کہ کن وجوہات کی بنا پر یہ واقعات ہوئے ہیں اور ان کو دور کیسے کیا جا سکتا ہے۔ اگر یہ نہ کیا گیا تو اللہ خیر کرے، خاکم بدہن پاکستان کو ہر وقت خطرہ ہے میری یہ استدعا ہو گی کہ یہ جو سہراب گوٹھ کے بارے میں پلاننگ کرتے وقت یکایک کیوں یہ خیال آیا کہ اس کو "کلین اپ" کرنا ہے گویا یہ بھی ایک سازش کے طور پر ہے، اگر کلین اپ کرنا ہی تھا، تو جیسے میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ یہ کب سے قائم ہوا ہے اور یہ جاری و ساری ہے اور یہ آٹھ سال سے چل رہا تھا اور مارشل لاء والوں نے بھی اس کا کام نہ کیا، تو اس حکومت نے آل آف اے سڈن یہ کیسے فیصلہ کیا، ٹائم فیکٹر اہم ہے کیونکہ پاکستان میں اور آس پاس کے پڑوسی ہماری تباہی کے منصوبے بنا رہے ہیں اور یہ بھی ایک ایسا ہی منصوبہ بنایا گیا ہے یہ ٹھیک ہے کہ منشیات کا اڈہ ختم ہونا چاہیئے، ہیروئن وغیرہ کو ختم کرنا چاہیئے، لیکن اصل بات یہ ہے کہ یہ ٹائمنگ کیسے مناسب خیال کیا گیا، اور پھر اس ٹائمنگ

[Sardar Khizar Hayat Khan]

کے متعلق ان لوگوں کو کیسے علم ہو گیا جو اس کاروبار میں مصروف تھے اور جتنی برآمدگی ہوئی ہے وہ ایک سب انسپکٹر بھی کر سکتا تھا، میں یہ بھی عرض کرتا ہوں کہ یہ ایڈمنسٹریشن کی failure ہے، بلکہ ساری قوم کی failure ہے جہاں تک حکومت کی failure کا کہتے ہیں تو میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ پولیٹیکل پارٹیز جو کہتی ہیں "عوام میں ہماری دسترس ہے اور عوام پر ہمارا قابو ہے" وہ کیا کرتی رہیں انہوں نے عوام کو کیوں نہیں سمجھایا کہ یہ پاکستان دشمنی ہے، اس لئے میں حکومت کو بری نہیں کرتا اور نہ مبرا سمجھتا ہوں، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ تمام پولیٹیکل پارٹیز بلکہ ساری قوم کا فرض ہے میں آخر میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں،

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے پاکستانی مسلمانو
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں

میں ان الفاظ کے ساتھ جناب کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔

<u>جناب چیئرمین</u>: شکریہ، جناب محمد علی خان صاحب ۔

<u>جناب محمد علی خان</u>: بسم اللہ الرحمن الرحیم، جناب چیئرمین صاحب! میں وزیر داخلہ کا انتہائی ممنون ہوں کہ انہوں نے میری تجویز پر اس معزز ایوان کے اراکین کو کراچی کے حالیہ افسوسناک واقعات پر بحث کرنے کا موقع عنایت فرمایا جناب والا! اس سے قبل بھی وزیر موصوف نے دو دفعہ ملکی صورت حال کو زیر بحث لا کر ہمیں اس پر اس ایوان میں اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیا تھا، اور تقاریر کے دوران فاضل اراکین سینٹ نے بہت مفید مشورے بھی دیئے تھے جہاں تک ان مشوروں پر عملدرآمد کا تعلق ہے تو میں صرف اتنا کہہ سکوں گا، کہ

اگر گویم زبان سوزد، اگر دم درکشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

اس وقت پشتو کا وہ مشہور مقولہ مجھے یاد آ رہا ہے کہ شیخ فریدا.........

یعنی اے شیخ فرید خاموشی ہی میں بہتری ہے جناب والا! پاکستان اسلام کے نام پر قائم کیا گیا تھا اس کے بانی اس بات کے متمنی تھے کہ یہ مملکت خداداد اسلام کا ایک مضبوط قلعہ بن جائے تاکہ دنیا میں امت مسلمہ اس کو قدر کی نگاہوں سے دیکھے آج بھی ہم اس کو شش

ہیں ہیں کہ اس کو ہم ایک ایسی نظریاتی مملکت بنائیں جو دنیا کے لئے بالعموم اور اسلامی ممالک کے لئے بالخصوص ایک مثالی مملکت ہو۔ لیکن بہت افسوس کی بات ہے کہ ہمیں اپنی منزلِ مراد تک پہنچنے میں ذرا دیر لگ رہی ہے اور لگ گئی ہے جس کی وجہ سے ہماری جو نئی نسل ہے اس نے اپنے آباؤ اجداد کی راہ سے فرار اختیار کر کے دوسرا راستہ اختیار کر لیا ہے۔

جناب والا! تاریخ پاکستان میں سقوط ڈھاکہ کے بعد کراچی کا یہ واقعہ بہت ہی بڑا ایک قومی المیہ ہے۔ اگر ہم اس موضوع پر بحث کریں تو اس کے لئے دل گردہ چاہئے آج ہمارے سر ندامت کی وجہ سے جھک گئے ہیں۔ ہم پاکستان کے اندر اور ملک کے باہر دشمنانِ پاکستان کو منہ دکھانے کے قابل ہی نہیں رہے۔

جناب والا! جس طرح بنگلہ دیش کے قیام کے بعد دشمنانِ پاکستان نے دو قومی نظریئے کا مذاق اڑایا تھا اسی طرح آج ہم نے اپنے ہاتھوں خود انہیں موقع دیا آج کل اسی کو موضوع بحث بنائے بیٹھے ہیں اور ہنس رہے ہیں کہ مسلم لیگ نے پاکستان دو قومی نظریئے پر بنایا جس کا حشر ہم نے آج کراچی میں دیکھ لیا ہے۔ جناب والا! فارسی کا ایک مقولہ ہے کہ

خود کردہ را علاجے نیست

آج اگر ہم خون کے آنسو بھی روئیں تو جو کچھ بھی کراچی میں ہوا ہے اس کا ہم ہرگز مداوا نہیں کر سکتے۔

جناب والا! سقوطِ ڈھاکہ کے بعد پہلی بار اتنے بڑے پیمانے پر ایک مسلمان کا ہاتھ دوسرے مسلمان پر اٹھا۔ جس میں سینکڑوں قیمتی جانیں ضائع ہو گئیں۔ اور بہت سی املاک تباہ ہو گئیں۔ اگر ایک طرف مہاجر پٹے تو دوسری طرف غریب پختون کٹے اور لٹے۔ جناب والا! عموماً صوبہ سرحد سے روزگار کی تلاش میں چودہ پندرہ سال کی عمر کے بچے بڑے شہروں کا رخ اختیار کرتے ہیں کیونکہ کراچی میں اکثریت ذرا ان کی ہے تو زیادہ تعداد میں وہ کراچی جایا کرتے ہیں۔ اور یہی مفلوک الحال بچے اپنے والدین کا سہارا ہوتے ہیں ان کے والدین کو یہ معلوم نہ تھا کہ محنت مزدوری کے لئے گئے ہوئے بچوں کی لاشیں ان کے گاؤں پہنچائی جائیں گی۔

[Mr. Muhammad Ali Khan]

جناب والا! میں نے خود کئی جنازوں میں شرکت کی ہے وہاں پر لوگ آج کل آیا۔ دوسرے سے پوچھ رہے ہیں کہ کس جرم کی پاداش میں ہمارے یہ نوجوان کراچی میں قتل ہوئے ہیں یہ مفلوک الحال، غریب نادار لوگ صرف وہاں پر محنت مزدوری کرنے لئے گئے تھے۔ جناب والا! کیا اسلام ہمیں یہ سکھاتا ہے مسلمان تو دوسرے مسلمان کا محافظ ہوتا ہے۔ اسلام صلح، امن، آشتی اور اخوت کا مظہر ہے۔ یہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے لیکن افسوس کی بات ہے کہ ہم نے اپنے اس ضابطۂ حیات سے رُوگردانی کر لی ہے لہذا آج ہم دنیا میں کسی کو اپنا منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے بلکہ جنگ ہنسائی کے targets بن گئے ہیں۔

جناب والا! کراچی ملک کا سب سے بڑا شہر ہے۔ اس میں پنجابی، سندھی، بلوچی مہاجرین اور ان کے علاوہ کوئی ۸ لاکھ کے قریب پختون آباد ہیں ان کے دوسرے ممالک سے بھی لوگ کاروبار کی خاطر آ کر بسے ہیں بالفاظِ دیگر یہ ایک بین الاقوامی شہر ہے۔ یہاں پر جو کچھ بھی ہوتا ہے اس کا یقیناً اثر ملک کے دوسرے حصوں پر پڑتا ہے نہ صرف دوسرے حصوں پر پڑتا ہے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ اس کا اثر دیگر اقوام تک پہنچتا ہے۔ آج تک لوگ دنیا میں بیروت کا رونا روتے تھے انہیں معلوم نہیں تھا کہ کراچی بیروت سے بھی نمبر لے جائے گا جہاں بیروت میں مسلمانوں کے آپس میں تنازعات نے اسرائیل کو فائدہ پہنچایا اسی طرح کراچی کے حالیہ فسادات نے ملک کے اندر اور باہر دشمنانِ دین کو خوش کیا اور جو لوگ اپنے غیر ملکی آقاؤں کے لئے اس ملک میں تخریب کاری کا کام کر رہے ہیں وہ خوش ہوئے کہ ان کے مذموم عزائم کامیاب ہوئے اور وہ اپنے غیر ملکی آقاؤں کے سامنے سرخرو ہو گئے۔ آخر یہ سب کچھ کیوں ہوا! وہ کون سے محرکات ہیں جو اس کے پس پردہ کام کر رہے ہیں ہمیں اس کا مکمل طور پر جائزہ لینا چاہیئے۔

جناب والا! بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اہالیان کراچی کو یہ ایک شکوہ ہے کہ دارالخلافے کی منتقلی کے بعد اس شہر کا کوئی پرسان حال نہیں رہا اور یہاں اسی وجہ سے بددلی کی فضا پھیل گئی ہے مجھے اس سے اتفاق نہیں ہے۔ خداوند تعالیٰ کے فضل سے اب بھی حسب سابق کراچی ایک پھلتا پھولتا شہر ہے اور ہمارے ملک کا مالی دارالخلافہ ہے جہاں کہ تجارت، صنعت و حرفت، بنکنگ، انشورنس اور دیگر جو ایسے ادارے ہیں وہ دن

دگنی رات چوگنی ترقی کر رہے ہیں ۔ اسی لئے تو ملک کے گوشے گوشے سے محنت مزدوری کے لئے لوگ وہاں جا رہے ہیں اور اس کی آبادی اڑھائی سے تین لاکھ ہر سال بڑھ رہی ہے ۔ جناب والا! کراچی اگر ایک طرف کاروباری مرکز ہے تو میں افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ دوسری طرف وہ تخریب کاری کا بھی مرکز ہے ۔ مجھے بخوبی یاد ہے کہ جب میں اغوا شدہ ہوائی جہاز واپس لانے کے لئے دمشق گیا ۔ تو وہاں ان اغوا کنندوں نے پریس والوں کو علی الاعلان کہا کہ ہماری تنظیم کے ہزارہا نوجوان کراچی میں بیٹھے ہیں جب بھی ہم چاہیں ، کراچی میں بیٹھ کر ہم سارے پاکستان کو ہلا سکتے ہیں اور یہی کچھ ہوا ہے ۔

جناب والا! اس المناک واقعہ سے قبل بھی ملک میں کئی وارداتیں ہوتی رہی ہیں ، میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ بھوپالی مرحوم کو کس نے قتل کیا! مرحوم چوہدری ظہور الٰہی کے قاتل کون تھے! کیا وہ الذوالفقار تنظیم کے اراکین نہ تھے ؟ جناب والا! بدقسمتی سے کراچی کا پریس ایک مخصوص طبقہ کے ہاتھوں میں ہے اور اس سے ناجائز فائدہ اٹھایا جا رہا ہے ۔ انگریزی کا ایک مقولہ ہے کہ "give a dog a bad name and hang him." آج کل یہی کچھ ۔ کراچی کے اس carnage کی ذمہ داری ، ساری کی ساری ذمہ داری غریب پختونوں کے سر تھوپی جا رہی ہے ۔ حالانکہ مرنے والوں کی تعداد دونوں گروپوں کی برابر رہی ہے ۔ سب غریب طبقوں کے لوگ اس میں مرے ہیں اور تباہ ہوئے ہیں ۔ ہم نے آج تک یہ نہیں سنا کہ مرنے والوں میں کوئی بین الاقوامی شہرت کا سمگلر شامل تھا یا کسی بڑے سمگلر کی کوٹھی جلائی گئی یا کسی بڑے سمگلر کی کار جلائی گئی ہے ۔ اگر تباہی ہوئی ہے تو صرف غریبوں کی ہوئی ہے ۔ ان کی رکشا ٹیں ، ان کی ویگنیں و ر ان کی دکانوں کو نذر آتش کیا گیا ہے جس کے لئے انہوں نے جو قرضے لئے تھے وہ ابھی انہوں نے اتارنے ہیں ۔

جناب والا! اخبارات میں آج کل سہراب گوٹھ کی تباہی کے قصے چھپ رہے ہیں لیکن آج بھی ملک میں ایک ایسا طبقہ موجود ہے جو کہ اس تباہی سے پوری طرح سے مطمئن نہیں ہے ان کا یہ خیال ہے کہ مکانوں کے ساتھ ان مکینوں کو بھی بلڈوز کیا جاتا ۔ کیا اسلام ہمیں یہی سبق سکھاتا ہے ! جناب والا! تاکہ یہ ایسے تباہ ہو جائیں کہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری ۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ پاکستان بھر میں سہراب گوٹھ ہی صرف وہ واحد علاقہ ہے جہاں منشیات کا کاروبار زوروں پر ہے یا جہاں اسلحہ کے انبار لگے ہوئے ہیں ۔

[Mr. Muhammad Ali Khan]

جناب والا! آج کل تو ملک کے ہر حصے میں سمگلنگ کھلے بندوں ہو رہی ہے۔ جگہ جگہ باڑہ مارکیٹیں چل رہی ہیں اور نت نئی روزانہ یہ مارکیٹیں بن رہی ہیں اس کو تو کوئی نہیں پوچھتا۔ جناب یہاں تک کہ ہم نے سنا ہے کہ اسلام آباد میں بھی ہیروئن کے نشے کے عادیوں کو باقاعدہ ہیروئن مل جاتی ہے۔ جن مارکیٹوں میں یہ کاروبار ہو رہا ہے کیا حکومت ان کو بھی بلڈوز کرنے کے لئے تیار ہے۔ کیونکہ وہاں پر ہیروئن کا کاروبار ہو رہا ہے اور یہ اسی دارالخلافے کے اندر ہو رہا ہے۔ جناب والا! سہراب گوٹھ میں منشیات کے کاروباریوں کے علاوہ دیگر غریب لوگ بھی بس رہے تھے۔ ان بیچاروں کا کیا قصور تھا کہ ان کی جھونپڑیوں کو بھی نذر آتش کر دیا گیا اور پھر ان پر بلڈوزر چلا دیئے گئے۔

جناب والا! سمگلروں سے کسی کو بھی ہمدردی نہیں ہو سکتی اور نہ ہونی چاہیئے۔ کیونکہ جرائم پیشہ افراد کا نہ کوئی قبیلہ ہوتا ہے اور نہ ان کی کوئی قوم ہوتی ہے۔ ابھی چند ماہ پہلے کی بات ہے کہ پریس میں بین الاقوامی شہرت کے حامل سمگلروں کی فہرست شائع ہوئی تھی۔ غالباً یہ فہرست وزارت داخلہ نے مرتب کی ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ سہراب گوٹھ کے مکینوں میں سے کتنوں کے نام اس فہرست میں شامل تھے۔ جناب والا! آج کل بعض اخبارات میں ہمیں یہ باور کرانے کی کوششیں کی جا رہی ہیں کہ پورے پاکستان میں مہاجرین کی قربانیاں نسبتاً زیادہ ہیں اور یہ چیز پرسوں کے اخبار "جنگ" میں نکلی ہے۔ اس معزز ایوان میں اس غلط فہمی کا ازالہ کرنا چاہتا ہوں۔ اگر برصغیر میں کسی سے پاکستان میں شمولیت کے لئے پوچھا گیا تھا تو وہ صوبہ سرحد اور بلوچستان کے غیور باشندے تھے۔ جناب والا! صوبہ سرحد میں ہم نے ریفرنڈم کرا کے اسے پاکستان میں شامل کرایا تھا۔ اور بلوچستان میں سارے جرگے نے متفقہ طور پر پاکستان کے ساتھ الحاق کر کے بلوچستان کو پاکستان کا حصہ بنایا تھا۔ اب تو بعض طبقوں سے یہ باتیں بھی سننے میں آ رہی ہیں کہ دیگر صوبوں سے کراچی میں آبادی کی منتقلی کو روکا جائے۔ اس کا تو یہ مطلب نکلے گا کہ وہ شہر صرف ایک مخصوص طبقے کا شہر بن جائے گا۔ جس میں کسی اور کا عمل دخل نہیں ہو گا۔

جناب والا! میں فخر سے کہتا ہوں کہ میں اپنے آپ کو پہلے پاکستانی تصور کرتا ہوں اور ثانیاً پختون اور یقین جانیئے جو محبت میری ہوتی، مردان یا پشاور سے ہے اتنی ہی میری محبت لاہور، کوئٹہ اور کراچی سے ہے۔ آخر کیوں ہم پر کراچی کے دروازے بند کرانے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ جناب والا! میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ فقط دو گروہوں کا آپس میں تصادم نہیں تھا۔ اس کے پیچھے بہت سی طاقتیں کارفرما ہیں۔ اگر اس کو ہم لسانی فساد کہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم ظلم عظیم کے مرتکب ہوں گے۔ یہ سب کچھ ایک

سوچی سمجھی سازش کے تحت کیا گیا ہے۔ جس میں الذوالفقار تنظیم کے علاوہ جیئے سندھ محاذ، کنفیڈریشن والے، چار قومیتوں کے نظریئے کے حامی اور بین الاقوامی مافیا کا ہاتھ نظر آ رہا ہے جنہوں نے ایک بھائی کو دوسرے بھائی کے ساتھ لڑایا ہے۔ جناب والا! ملک میں دہشت گردی اور بدنظمی پھیلانے کی غرض سے یہ کھیل کھیلا گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر بروقت اس کا تدارک نہ کیا گیا تو ایسے واقعات کا پاکستان کے دوسرے علاقوں میں رونما ہونا کوئی مشکل کام نہیں ہے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ خدا نہ کرے ان حالات میں ملک کے دوسرے حصوں میں بھی ایسے فسادات رونما نہ ہوں۔ بعض لوگ اس واقعہ کو غلط رنگ دینے کی کوششوں میں ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ حکومت لوگوں کی جان و مال اور آبرو کی حفاظت کرنے میں ناکام رہی ہے۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔ ایسے واقعات ہر دور میں اور ہر حکومت میں ہوتے رہے ہیں جن کا سدّباب کرنا ہر حکومت کا فرض اوّلین ہوتا ہے۔ اس ضمن میں صدر پاکستان اور وزیر اعظم پاکستان نے اپنی اوّلین فرصت میں اپنا قدم اٹھایا اور کراچی خود تشریف لے گئے وہاں سینیٹرز، قومی اسمبلی کے ممبران صوبائی اسمبلی کے اراکین اور ملک کے دوسرے طبقوں سے لوگوں کے ساتھ اس بارے میں باقاعدہ گفت و شنید کی اور صوبائی حکومت کو اس بارے میں عملی اقدامات کرنے کا حکم بھی دیا۔ یہاں تک کہ فوج کو بلا کر وہاں کرفیو نافذ کرنا پڑا۔ البتہ اخبارات کو ذرا بے لگام چھوڑا گیا جس کی وجہ سے معاملہ زیادہ الجھ گیا۔

جناب والا! اس بارے میں میری چند تجاویز ہیں۔ جو یقیناً قابل عمل ہیں اگر وزیر داخلہ ان پر عمل کرنے کی کوشش فرمائیں۔ نمبر ایک۔ حالیہ فسادات کی انکوائری کے لئے چاروں صوبوں کی ہائی کورٹوں کے ججوں پر مشتمل ایک کمیٹی کا قیام فوری طور پر عمل میں لایا جائے۔ نمبر ۲۔ اس معزز ایوان، جس میں چاروں صوبوں کی باقاعدہ نمائندگی ہے، اس کی ایک کمیٹی بنائی جائے جو وہاں جا کر دونوں فریق کے لیڈروں سے اس بارے میں گفت و شنید کرے اور اس معاملے کو سیاسی سطح پر رفع دفع کرنے کی کوشش کرے تاکہ اس کا دوبارہ اعادہ نہ ہو سکے۔ اور دونوں علاقوں یعنی پختونوں کے علاقوں اور دوسرے علاقوں میں جا کر وہاں عوامی اجتماعات منعقد کرے تاکہ وطن عزیز میں وطنیت اور قومیت کے جذبے کو ابھارا جا سکے۔ نمبر ۳۔ ملک میں جلد از جلد اسلامی نظام کا نفاذ عمل میں لایا جائے

[Mr. Muhammad Ali Khan]

تاکہ معاشرے کی مکمل تطہیر ہو سکے۔ نمبر ۴۔ کراچی پولیس کی تنظیم جس طرح کہ میرے بھائی پروفیسر خورشید نے فرمایا تھا کہ وہ تنظیم از سر نو کی جائے اس میں کراچی میں مقیم آبادی کے تناسب سے ہر ایک صوبے کو حصہ دیا جائے تاکہ کسی کو کسی قسم کی شکایت نہ رہے۔ نمبر ۵۔ متاثرین کی بحالی کا کام جلد از جلد شروع کیا جائے۔ نمبر ۶۔ یہ کہ پریس کو اعتماد میں لیا جائے اور انہیں سمجھایا جائے کہ ایسے مواقع پر آگ بھڑکانے کی کوشش نہ کریں بلکہ فریقین کے درمیان صلح، اتفاق و اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ نمبر ۷۔ دہشت گردی اور تخریب کاری کا سدّ باب کرنے کے لئے حکومتی ذرائع کے علاوہ سیاسی میدان میں بھی ایسے عناصر کی سرکوبی کی راہیں تلاش کی جائیں۔ اور نمبر ۸۔ جو کہ میری سب سے آخری تجویز ہے، یہ کہ اب مہاجر اپنے آپ کو چالیس سال بعد مہاجر نہ کہیں۔ وہ پاکستان کے معزز شہری ہیں نہ کہ اس ملک میں مہاجر ہیں۔ بہت سے لوگ یہاں پاکستان بننے کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔ میں حیران ہوں کہ وہ اپنے آپ کو کیوں مہاجر کہتے ہیں۔ جناب والا! جب یہ ختم ہو جائے گا تو انشاءاللہ تعالیٰ فساد کی جڑ ختم ہو جائے گی اور پھر سب بھائی چارے کی فضا میں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر زندگی بسر کر سکیں گے۔ و آخر و دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جناب شہزادہ برہان الدین صاحب۔

شہزادہ برہان الدین خان مجاہد: جناب چیئرمین! میں آپکا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے اس اہم معاملے پر بات کرنے کا موقع دیا۔ جناب عالی! ملک میں جو کچھ ہوتا ہے اس کا ذمہ دار ملک کا سربراہ ہوتا ہے۔ اگر سربراہ صحیح لوگوں کو گورنر اور وزیر بنائے تو پھر اس قسم کے حادثات کبھی بھی نہیں ہوں گے۔ لیکن جب اس قسم کے حادثات ہوتے ہیں تو اس وقت اس علاقے کے جو گورنر اور وزیر اعلیٰ ہیں دونوں کو استعفیٰ دے دینا چاہیئے دونوں کو نکال دینا چاہیئے اور ان کی جگہ اچھے لوگوں کو مقرر کرنا چاہیئے۔ چونکہ یہ جو کچھ ہوا ہے اس کی بنیاد بہت پہلے سے رکھی گئی۔ اس کی بنیاد اس وقت رکھی گئی جب یہ پاکستان بنا۔ پاکستان جس پالیسی کے تحت بنا ہے اس کو سمجھنے کی بھی ضرورت ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہم مسلمان بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ یہ پاکستان ہماری قربانیوں سے بنا ہے۔ ہماری قربانیوں سے نہیں بلکہ غریب مسلمانوں کے خون سے بنا ہے جنہوں نے انگریزوں کو نکالنے کے لئے اپنا خون بہایا۔ آپ

فلم اس معزز ایوان کو پھر دکھائیں "End of the empire" - اس میں جو انگریز بولتا ہے کہ We had to unite the Muslims of India. It is the *Hindus* we had to unite them, because the *Hindus* are against us.

تو وہ جو we had to unite وہ بولتا ہے تو جب وہ unity موجود تھی تب پاکستان وجود میں آیا۔ خدا کے فضل سے پاکستان کے وجود میں آنے کے ایک دو سال بعد تک بلکہ ۱۹۶۵ء کی جنگ تک وہ اتحاد قائم رہا لیکن اس اتحاد میں رخنہ ڈالنے کے لئے جو سب سے پہلا قدم اس ملک میں کیا گیا وہ قادیانیوں کے خلاف تھا تاکہ کم سے کم ایک چیز طے ہو جائے اور مسلمانوں کی بنیاد طے ہو جائے لیکن آپس میں ان کا اختلاف قائم رہا اور اس کے بعد پھر آہستہ آہستہ یہ جو باقی اختلافات ہیں یہ باقاعدہ ابھرتے رہے ہیں، پالیسی وہی ہے divide and rule اور میں اس کا آپ کو ثبوت دیتا ہوں اور ثبوت یہ ہے کہ پاکستان بنا.......

<u>مولانا سمیع الحق</u>: پوائنٹ آف آرڈر، جناب والا! وہ مسلمان فرقہ کے بارے میں کوئی اقدام نہیں تھا وہ مسلمان فرقہ کے کوئی حصہ نہیں تھے وہ خود اپنے آپ کو الگ قرار دے رہے تھے اور حکومت پاکستان نے صرف ان کے تشخص کو ظاہر کیا کہ جب یہ الگ امت کہلاتے ہیں تو یہ مسلمان نہیں ہیں صرف یہ ہوا ہے۔

<u>جناب چیئرمین</u>: اس پوائنٹ آف آرڈر کا کارروائی سے کوئی تعلق نہیں ہے، ان کو ختم ہونے دیں جناب برہان الدین صاحب اس مسئلے کو آپ چھوڑیں، آگے چلیں۔

<u>شہزادہ برہان الدین خان مجاہد</u>: تو پھر یہ جو جھگڑے کی بنیاد ہوتی ہے، اس کا میں آپ کو دوسرا ثبوت دیتا ہوں کہ پاکستان میں جن جن جگہوں پر اسلام مستحکم تھا۔ وہ قبائلی علاقے تھے قبائلی ریاستیں تھیں، بلوچستان تھا، جب پاکستان وجود میں آیا یہ قبائلی ریاستیں متحد ہو گئیں اور انہوں نے کشمیر کے جہاد میں حصہ لیا اور مسلمانوں کے اس اتحاد نے ان اسلام دشمنوں کو بتایا کہ اسلام کا اتحاد ابھی بھی مسلمانوں میں موجود ہے۔ اب سب سے پہلے ان جگہوں میں جہاں یہ اسلام ہے ان کو کمزور کیا گیا۔ جناب عالی! ہماری ریاستوں میں آکر مثلاً دیر چترال سوات، جہاں اسلامی نظام تھا وہاں سے اسلامی نظام کو ہٹایا اور انگریزی قانون نافذ کیا انگریزی زبان کو رواج دیا، جمعہ کی بجائے اتوار کو چھٹی کر، اس طریقے سے لوگوں کے ذہن میں یہ بٹھا دیا کہ یہ پاکستان مسلمانوں کا نہیں ہے اگر مسلمانوں کا ہوتا تو اسلامی قانون اور یہ چیزیں کیوں نکالی جاتیں، اگر اسلام ہوتا تو کیوں مسلمانوں کی یہ جو چیزیں

[Shahzada Burhanuddin Khan Mujahid]

ہیں یہ ریاستوں سے نکالی گئیں اور ان میں کیوں نفرت پیدا کی گئی اور اس چیز کی جو ساری ذمہ داری تھی وہ مسلم لیگ کے حکمرانوں کی تھی اور اس وقت مسلم لیگ ہی اقتدار میں تھی۔

اب جو اس وقت ہو رہا ہے ابھی آپ دیکھیں کہ مسلم لیگ کی بنیاد شروع ہوئی ہے ہم آپ سے یہ عرض کرتے ہیں کہ یہ جتنے پارٹی سسٹم ہیں یہ اسلام کی چیزیں نہیں ہیں یہ اسلام سے بالکل جدا ہیں، پارٹیاں نفاق سکھاتی ہیں اور برادری سکھاتی ہیں اور اسلام صرف اتفاق سکھاتا ہے، اسلام میں سب بھائی بندی ہے برادری ہے اور نفاق نہیں ہے تو یہ جو جھگڑے ہیں یہ سب کے سب پارٹی سسٹم کی وجہ سے ہوئے ہیں تو میں سب سے پہلے یہ عرض کرتا ہوں اب دیکھیے کہ چترال ایک چھوٹا سا علاقہ ہے، میں آپ کو مثال دیتا ہوں اب خدا کے فضل سے ہم صحیح تھے، اسلام ادھر اب بھی مضبوط ہے اب ہمارے ہاں ادھر دو گروہ رہتے ہیں ایک ہم مسلمان اور ایک کوئی ڈھائی ہزار وہاں کلاش رہتے ہیں وہ بھی چترالی ہیں وہ بھی ہماری قوم ہیں اب میں حکمرانوں سے یہ پوچھتا ہوں کہ یہ کون سا تک ہے نہ وہ ہندو ہیں نہ وہ عیسائی ہیں نہ وہ پارسی ہیں، ان کو لا کر کے ادھر کی اقلیتوں کے ساتھ ملا کر کے رکھیں جھنڈا را کو یا اور کسی کو ووٹ دلانے سے پاکستان کو کیا ملتا ہے اور یہی جھنڈا را ادھر چترال میں پادریوں کو دے جاتا ہے اور عیسائیت پھیلاتا ہے اور لوگوں کے بیچ میں نفرت پیدا کرتا ہے تو ہم کہتے ہیں ہمارے جو کلاش لوگ ہیں وہ ہماری قوم کے آدمی ہیں ان کو رہنے دیں، صدیوں سے وہ ادھر رہے ہیں وہ جو کچھ ہیں ان کو رہنے دیں، حکومت کیوں ان کو لا کر کے ان اقلیتوں کے ساتھ ملاتی ہے ہماری ضلع کونسل میں ان کی ایک سیٹ ہے، ڈھائی ہزار لوگ ہیں، ایک سیٹ ہے۔ خیر ہے ہم ان کو دو سیٹیں دیں گے لیکن ان کو ان اقلیتوں کے ساتھ ملانے کی کیا وجہ ہے اور ان کو کیوں ملاتے ہیں چترال کے لوگ اس کو بہت ہی نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ ان کے ساتھ یہ پاکستان اس قسم کا ظلم کر رہا ہے، ہمارے درمیان کیوں نفاق کی بنیاد ڈال رہا ہے یہ نفاق کی بنیاد ہے، آپ لوگ اس کو اور ادھر ڈالتے ہیں ادھر ایسی اقلیت آپ بنا رہے ہیں اور اپنے لوگوں کو کمزور کر رہے ہیں، جس کی وجہ سے یہ جھگڑے ابھرتے ہیں ابھی میرے دوست جناب جاوید جبار نے جو ایک آدمی کا حوالہ دیا کہ اس نے دو آدمیوں کو نشاندہی کیا ہے ایک ان کے لئے خیرات مانگتا تھا اور دوسرا ان کو نماز پڑھاتا تھا تو اب ان دونوں کی نشاندہی کی ہے ان کو پکڑ کر کے ان سے ہی حکومت تمام معلومات حاصل کرے کہ وہ کون ہیں یا یہ یہودیوں کے ایجنٹ ہوں گے یا یہ عیسائیوں کے ایجنٹ ہوں گے یا یہ ہندوؤں کے ایجنٹ ہوں گے، جب تک ان چیزوں کے اوپر اچھے طریقے سے تفتیش نہیں کی جاتی ہے تو یہ جھگڑے ہوتے رہیں گے۔

ابھی دیکھئے جو لوگ شیعوں کے برخلاف پوسٹر لگاتا ہے ان لوگوں کو فوراً پکڑیں کہ کس نے پوسٹر لگایا ہے ۔ یہ تو حکومت کے ہاتھوں میں ہے ، اب مجھے بہت ساری ایسی چیزیں معلوم ہیں ۔ ابھی اخباروں میں پرسوں نکلا تھا کہ دو بھائی تھے ان پر دو ڈاکوؤں نے حملہ کیا تو انہوں نے ان کو پکڑا ، وہ ان کے ساتھ گتھم گتھا تھے اتنے میں پولیس آگئی ، پولیس نے کہا کہ ان آدمیوں کو ہمارے حوالے کرو ، انہوں نے کہا نہیں ہم نے ان کو پکڑا ہے ہم ہی ان کو لے کر جائیں گے ہم حوالے نہیں کریں گے ۔ اتنے میں وہ ڈاکو بھاگ گئے ، یہ دونوں بھائی ان کے پیچھے بھاگے ، پولیس نے ان میں سے ایک کو مارا اور وہ ڈاکو چلے گئے ۔ اب ان پولیس والوں کو پکڑنا چاہیئے ان کو پکڑ کر خوب اچھی طرح سے کوٹ کر ان سے پوچھیں کہ ان دو کو انہوں نے کیوں چھوڑا تو آپ کو پتہ چل جائے گا کہ وہ بھی پولیس ہی کے لوگ ہوں گے جنہوں نے یہ کام کیا ہے ۔ لہذا یہ جو چیزیں ہیں ان میں جب تک حکومت کی پولیس یا دوسرے لوگ اس میں نہ ہوں تو یہ خرابیاں کبھی بھی نہ ہوں گی اس لئے ان لوگوں کو جو پولیس کے ہیں ان کو سخت سزا دینی چاہیئے انہی لوگوں سے پوچھ گچھ کرنی چاہیئے اور سندھ میں زیادہ تر جہاں تک ہو سکے پولیس سندھی ہونی چاہیئے ان کی لوگوں کے ساتھ ہمدردی ہوگی اور ان ہی میں جو سربراہ ہیں ان میں بھی ایسے لوگ ہوں جو زیادہ تر سندھی ہوں تب جا کر کے معاملے کی صحیح تفتیش ہو سکتی ہے اگر اور جگہ کی پولیس لا کر کے اسے وہاں رکھا جائے تو وہ بھی یہ تصور کرتے ہیں کہ ان کے اوپر ہم حکمرانی کرتے ہیں جیسے کہ مشرقی پاکستان والوں نے تصور کیا تھا کہ پنجابی ہم پر حکمران ہیں اور اس وجہ سے وہ نفرت پھیل گئی ۔ اس وقت ہم سب بھائی ہیں اور بھائی ہونے کی وجہ سے ہماری کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ لوگوں میں اتفاق ہو ، پھوٹ نہ ہو لیکن جو سلسلہ ہم آج تک دیکھتے آرہے ہیں یہی سلسلہ چل رہا ہے کہ divide and rule بھائی کو بھائی سے نفرت دلانا ، باپ کو بیٹے سے نفرت دلانا ان چیزوں کو خدا کے واسطے ہٹائیں ۔

اب میں کہتا ہوں کہ اس تمام چیز کے ذمہ دار ہمارے صدر صاحب اور ہمارے وزیر اعظم صاحب ہیں یہ اس کے سربراہ ہیں اور یہی ذمہ دار ہیں ان کو چاہیئے کہ بلوچستان کے گورنر کو اور وزیر اعلیٰ کو اور سندھ کے وزیر کو اور گورنر کو ہٹا دینا چاہیئے ۔ ابھی یہ جو استعفیٰ دیا ابھی یہ جو سندھ کے گورنر نے استعفیٰ دیا ہے ، یہ جس دن سے وہاں گیا ہے اس دن سے فسادات شروع ہوئے ہیں ، اس وقت مارشل لاء تھا ، اس وقت اس کی طاقت تھی ، اس وقت سے کیوں شروع ہوئے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے یا تو وہ خود اس کا حصہ تھا یا وہ بڑا نالائق تھا ۔

[Shahzada Burhanuddin Khan Mujahid]

ایسے نالائق آدمی کو کیوں ایسی ذمہ دار جگہ پر رکھتے ہیں میں تو یہی عرض کروں گا کہ حکومت کے لوگ جن جن جگہوں پر تقرر کرتے ہیں پہلے ان کو دیکھیں پھر سب کی جانچ پڑتال ہو اور ملک کے بہترین لوگوں کو جو صحیح مسلمان ہوں، جو خدا ترس ہوں اور جو پارسا ہوں، ایسے لوگوں کو گورنر بنانا چاہیئے کہ وہ باقاعدہ اس عہدہ کو سنبھال سکیں میں نے پہلے بھی اسد عرض کیا تھا کہ حکومت خود اس چیز کی ذمہ دار ہے کیونکہ جو آدمی لاء اینڈ آرڈر صحیح رکھتے ہیں، ان کو نکال دیتے ہیں، اور جو خراب کرتے ہیں ان کو ترقی دیتے ہیں، جیسے کہ سندھ کے گورنر کو رکھا اور ہمارے فرنٹیئر کے گورنر کو نکالا، میں نے بتا دیا تھا کہ اس طریقے سے حکومت خود ان چیزوں کی ذمہ دار ہے، اس وقت جو جھگڑے شروع ہوئے ہیں اور جو شریعت کی بات آئی ہے اور جو اسلام کی بات آئی ہے تو یہ جھگڑے شروع ہوئے ہیں، لیکن اب مسلمان جاگ اٹھے ہیں، کیونکہ انہوں نے سمجھ لیا ہے کہ یہ لا الٰہ الا اللہ کے تحت ملک بنا تھا لیکن یہ کچھ اور ہو گیا۔ اب وہ سمجھ گئے ہیں اور اب ضرور یہ لا الٰہ الا اللہ کو قائم کریں گے، اس لیے یہ تمام جھگڑے ہو رہے ہیں، ابھی بھی میں بولتا ہوں کہ حکومت صحیح معنوں میں اسلامی نظام قائم کرے اور قومی زبان کو قائم کرے اور انگریزی قانون کو نکالے تو انشاء اللہ تعالیٰ یہ ملک بھی سنبھل جائے گا اور یہ ملک آزادی کا سانس بھی لے گا، لیکن جب تک قومی زبان اختیار نہیں کرتے ہیں اور جب تک اسلام کے بیچ میں رخنہ ڈالتے رہیں گے تو یہ ملک تباہ ہو جائے گا، خدا کبھی بھی ہم کو معاف نہیں کریگا، آپ اسے یقین جانیں میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ جلد سے جلد اسلامی نظام شریعت کا نفاذ قائم کریں، اب لوگوں میں عقل آگئی ہے ابھی ہمارے وزیر اعظم نے بہت ساری رقومات مختص کی ہیں۔ ہائیکورٹ اور سپریم کورٹ کی لائبریریوں کے لئے، وہ جب اسلامی نظام چاہتے ہیں، تو پھر وہ انگریزی کتابوں کے لیے کیوں اتنی بہت سی رقم دے رہے ہیں وہ یہ کیوں اعلان نہیں کر رہے ہے کہ وہ اسلامی کتابیں لا کر رکھیں گے اور یہ رقم اسلامی کتابوں کے لئے ہے۔ یہ سب پالیسی منافقت کے اوپر مبنی ہے، اس لئے میں کہتا ہوں کہ ہم کو صداقت پر قائم رہنا چاہیئے اور اس منافقت کو چھوڑنا چاہیئے تو انشاء اللہ تعالیٰ خدا کی مدد ہمارے ساتھ ہوگی لیکن اس وقت صحیح معنوں میں اسلام کے لیے کوشش کریں اور دل سے یہ بزدلی اور سب ایسی چیزیں نکال دیں۔ خدا کے سامنے ہمیں جانا ہے، ہم اس ملک کے باشندے ہیں، ہم میں تھوڑا فخر کا مادہ ہونا

چاہیئے ہمیں اپنے ملک کے اوپر، اپنے اوپر اپنی زبان کے اوپر فخر ہونا چاہیئے، تب جا کر ہم ایک قوم بنیں گے ورنہ یہ بربادیاں جو آرہی ہیں یہ آتی رہیں گی شکریہ۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ، ایک آخری سپیکر ہو سکتا ہے اگر وہ دس منٹ سے زیادہ نہ بولے۔ جناب شاد محمد خان صاحب۔

جناب شاد محمد خان: جناب چیئرمین صاحب! آپ کا شکریہ کہ مجھے آپ نے موقع دے دیا، ممکن ہے پھر میری باری نہ آتی۔ میں اسی پر اکتفا کرتے ہوئے تقاریر کے ان حصوں کا اعادہ کرنے سے گریز کروں گا، کراچی کے واقعات اور اس سانحہ کو جس طریقے سے پیش کیا گیا ہے وہ کافی سے زیادہ ہو چکا ہے۔ جناب والا! کراچی کے فسادات کو اتنی اہمیت دی جا رہی ہے اور گورنمنٹ کو مورد الزام گردانا جا رہا ہے کہ یہ نااہل، بے بس اور بے کار حکومت ہے، اسے مستعفی ہونا چاہیئے، مسائل اس طرح حل نہیں ہوتے مسائل کے حل کے لیے اور بھی طریقہ کار ہوتے ہیں، ایک مہاجر لڑکی کا گاڑی کے نیچے کچلے جانے سے پہلے بھی فسادات ہوئے ہیں، اور ۵۰ کے قریب پٹھان ذبح ہوئے۔ مہاجر، سندھی اور پٹھانوں کا یہ مسئلہ اٹھ کھڑا ہوا، اس کے بعد لانڈھی کی کراسنگ پر جو واقعہ ہوا، جس میں پٹھان اور مہاجروں نے ایک دوسرے کو قتل کیا، اسی کا شاخسانہ یہ بھی بنا۔ مجھے امید تھی کہ کراچی کے بزرگ اور خاص طور پر یہ سنجیدہ لوگ جو وہاں کا چکر لگا آئے ہیں ان تخریب کاروں کی نشاندہی کرتے۔ ان پارٹیوں کے کردار کو اجاگر کرتے، جو کسی نہ کسی طریقہ سے اس تخریب کاری میں ملوث ہیں اور اس کو اجاگر کر کے امن وامان کو تہہ و بالا کرتے ہیں، جناب والا! حکومت اتنی بے بس نہیں ہے جاوید جبار صاحب نے کہا کہ حکومت کا ذرائع ابلاغ پر کوئی کنٹرول نہیں ہے میں تو کہتا ہوں کہ حکومت نے اخبارات کو اتنی کھلی آزادی دی ہوئی ہے کہ ان کے جی میں جو آئے وہ لکھ دیتے ہیں، اور جلتی پر تیل کا کام کرتے ہیں۔ اتنی مادر پدر آزادی ہے کہ حکومت وقت کے سربراہوں کو ننگی گالیاں دی جاتی ہیں، ان کے کردار پر اعتراضات ہو رہے ہیں، لیکن پھر بھی کوئی ٹس سے مس نہیں ہوتا، اس مسئلے کا حل کیا ہے، اس کی صحیح نوعیت کیا ہے کہاں جا کر اس نے ٹھہرنا ہے اور حکومت نے اس میں کیا کرنا ہے۔

جناب والا! سندھ میں ڈکیتی کی وارداتیں نہیں ہو رہی تھیں، کیا ڈاکوؤں کی پرورش نہیں کی جا رہی تھی، کیا اس میں کوئی پارٹی ملوث نہیں تھی، کیا تنخواہیں ان لوگوں کو نہیں دی جا رہی

[Mr. Shad Muhammad Khan]

تھیں، جو لوگوں کو سڑکوں سے پکڑ کر، اغوا کر کے ان سے بیگار اور تاوان لیا جاتا تھا۔ یہ ڈھکی چھپی بات تو نہیں ہے کہ سندھ میں کیا ہو رہا تھا اور کیا ہو رہا ہے اور حکومت نے کیا کنٹرول کیا ہے جناب والا! اسی طرح سندھو دیش کا نعرہ لگانے والوں کے پمفلٹ جو نظر آتے ہیں کہ پاکستان کو توڑ دو، اس کے متعلق بھی اگر حکومت بے بس ہے تو یہ بہت ظلم کی بات ہے کیوں نہ ان کے خلاف کارروائی کی جائے تاکہ ایسی باتوں کا اعادہ پھر نہ ہو، نیشنل عوامی پارٹی کے سربراہ جب طورخم سے آتے ہیں تو ان کا استقبال ہوتا ہے اور استقبال میں وہ کہتے ہیں کہ میں سرخ انقلاب لایا ہوں، حکومت ٹس سے مس نہیں ہوتی، لہذا جن چیزوں کی نشاندہی کی جاتی ہے حکومت کو اس کے متعلق سختی سے سخت اقدام کرنے چاہئیں تاکہ دوبارہ ان چیزوں کا اعادہ نہ ہو، اور ملک کا امن و امان تہہ و بالا نہ ہو۔

جناب والا! گورنمنٹ کی مجبوری بھی ہوتی ہے مجھے وہ دن بھی یاد ہیں جب سپریم کورٹ میں ریفرنس کیا گیا اور ولی خان کو حیدرآباد جیل میں لے جایا گیا، مجھے وہ دن بھی یاد ہے جب مجیب الرحمٰن کو گرفتار کیا گیا کہ یہ غدار ہے اور وطن دشمن ہے تو ان سیاسی پارٹیوں نے جو سب اکٹھی ہوئیں اور پریذیڈنٹ ایوب کو مجبور کیا کہ اس غدار کو چھوڑ دیں، اس کے نتیجے میں پاکستان کو دولخت ہونا پڑا حکومت کو بروقت اقدامات کرنے چاہئیں اور ان پر حکومت کو سختی سے عمل کرنا چاہیئے، حکومت رہے یا نہ رہے لیکن پاکستان کا اسی میں بول بالا ہوگا کہ ان لوگوں کی نشاندہی کر کے غدار کو غدار کہا جائے، بدمعاش کو بدمعاش کہا جائے، جس کو جیل بھیجنا ہے اس کو جیل بھیجا جائے، حکومت نہ رہے تو نہ رہے، لیکن انشاءاللہ وطن تو بچ جائے گا۔

جناب والا! اس کے ساتھ ساتھ امن و امان کو تہہ و بالا کرنے والی وہ پارٹیاں بھی جنہوں نے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں بچوں کی زندگی حرام کر دی ہے وہاں کیا وہ سیاسی پارٹیاں ملوث نہیں ہیں، کیا وہاں اسلحے کے انبار ان سیاسی پارٹیوں نے نہیں لگائے ہوئے، کیا پارٹیاں جن میں پختون فیڈریشن بھی آسکتی ہے، جس میں اسلامی جمعیت طلبہ بھی آسکتی ہے، جس میں پیپلز پارٹی فیڈریشن بھی آسکتی ہے، کیا یہ لوگ کھلے بندوں وہاں جا کر امن و امان کو خراب کرنے والے حالات پیدا نہیں کرتے، لہذا حضور والا! میں یہ کہوں گا کہ ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیئے، اس وقت حکومت کو سخت اقدامات کرنے چاہئیں، اور ایسے لوگوں کے ساتھ سختی سے پیش آنا چاہیئے، تاکہ آئندہ کے لئے فسادات کا خدشہ نہ رہے، یہ پاکستان پھلے پھولے اور حکومت اس پر عمل کرے۔

اس کے علاوہ یہ صحیح بات ہے کہ گزشتہ کچھ عرصے سے یہ چرچا تو ہو رہا ہے کہ اسلامی شریعت کا نفاذ ہو، حکومت کو چاہیئے کہ بروقت اقدام کر کے فی الفور نفاذ شریعت کرے تاکہ یہ بہانہ بھی وطن سے چلا جائے، اور لوگوں کو اس بات پر بھی نہ ابھارا جائے کہ یہ اسلام دشمن حکومت ہے اور حکومت مخلص نہیں ہے۔ لہذا میں یہ کہوں گا حکومت کو فی الفور جس طرح بھی ہو سکے اسی اجلاس میں نفاذ شریعت کا بل جس طریقے سے مناسب ہو اور جو سب کو قابل قبول ہو، لا کر پاس کیا جائے، تاکہ اس کا نفاذ ہو اور لوگوں کی تکالیف کا مداوا ہو جائے۔

آخیر میں جناب والا! مرکزی حکومت کو اس سے بھی مبرا نہیں ہونا چاہیئے، پریولج موشن کی صورت میں اور ایڈجرنمنٹ موشن کی صورت میں تو آپ کہہ سکتے ہیں۔ لیکن مرکز فوج بھی بھیجتی ہے، مرکز پیسے بھی دیتا ہے، مرکز پولیس بھی بھیجتا ہے، اور کنٹرول بھی کرتا ہے، کیوں مرکز بے بس ہے کراچی کے واقعات میں وہ انکوائری نہ کرے میں تو یہ تجویز کروں گا کہ سینٹ اور قومی اسمبلی کی ایک کمیٹی مقرر کی جائے تاکہ وہ کراچی میں جا کر خود حالات کا جائزہ لے اس میں وزیر داخلہ صاحب بھی موجود ہوں تاکہ ان لوگوں کی نشاندہی کی جائے ان تخریب کاروں کی نشاندہی کی جائے ان سیاسی پارٹیوں کی نشاندہی کی جائے جو اس کاروبار میں ملوث ہیں تاکہ یہ نظام چلے اور ٹھیک ہو۔ لہذا جناب والا! یہ میں نے آپ کا قیمتی وقت ضائع کیا ہے۔ میں آپ کا مشکور ہوں۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔ ابھی تک میرے پاس دس حضرات کے اور نام ہیں۔ سرفہرست قاضی حسین احمد صاحب ہیں بعد میں نوابزادہ جہانگیر شاہ جوگیزئی، امیر عبداللہ صاحب روکڑی، فضل آغا صاحب، نواب چھتاری صاحب، نوابزادہ عمر خان صاحب، حسین بخش بنگلزئی، قاضی عبداللطیف صاحب، غلام حیدر تالپور صاحب اور مولانا سمیع الحق صاحب۔ تو یہ ڈیبیٹ آئندہ آفیشل ڈے پر continue کی جائے گی، لیکن چونکہ آج شام کو اسمبلی کا سیشن ہے تو یہ اجلاس چند منٹ پہلے آج برخاست کیا جاتا ہے اور سنڈے (مداخلت) فی الحال تو جہاں تک میرے ذہن میں ہے اتوار کا دن تو پرائیویٹ ممبرز ڈے ہے۔ لیکن اگر آپ حضرات چاہتے ہیں کہ یہ بحث continue رہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

جناب جاوید جبار : پرائیویٹ ممبرز ڈے کو آگے بڑھا دیں، ایک دن آگے کر لیں یا ایک ہفتہ آگے کر لیں یہ آپ پر depend کرتا ہے۔ ڈبیٹ کا ایک پورا سلسلہ وہ . . . . . .

جناب چیئرمین : سلسلہ ٹوٹنا نہیں چاہیئے میں خود بھی اسی اوپینین کا ہوں لیکن وزیر انصاف صاحب اس ضمن میں اگر کچھ فرمائیں تو . . . . . .

مولانا سمیع الحق : جناب میری تجویز یہ ہے کہ اتوار کو اس بحث کو جاری رکھا جائے اور جو پرائیویٹ ممبرز ڈے ہے اس کو پیر پر رکھ لیں۔ اس طرح اس کا نقصان نہ ہو گا اور اس کو بھی مکمل کر لیں گے۔

جناب چیئرمین : اتوار کو آپ اسے مکمل کرتے ہیں تو اس دن سوالات نہیں ہوں گے، لیکن پریولج اور ایڈجرنمنٹ موشنز بھی رکھیں یا صرف یہ بحث ہی continue رکھی جائے......

مولانا سمیع الحق : بحث ہی رہے جی۔

جناب چیئرمین : بحث ہی رہے تو پھر اتوار کو ساڑھے پانچ بجے اسی ڈسکشن کو continue کرتے ہیں۔

مولانا سمیع الحق : یہ صبح ہو گا یا شام کو۔

جناب چیئرمین : یہ شام کو ہو گا صبح کو پارٹی میٹنگ ہے۔

مولانا سمیع الحق : تو پھر پیر کو پرائیویٹ ممبرز ڈے ہو گا۔

جناب چیئرمین : اس کا فیصلہ پھر کر لیتے ہیں لیکن ایک دن ملنا چاہیئے۔

مولانا سمیع الحق : وہ، حضرت ساتھ ہی فیصلہ کر لیں۔

جناب چیئرمین : میرے خیال میں ان کو شاید اسمبلی کے پروگرام کی مطابقت کرنا پڑے گی۔

جناب وسیم سجاد : میں آپ کو اس دن سٹیٹمنٹ دے دوں گا۔ سنڈے کو جناب نے یہ رکھا ہے اس دن میں اپنا پروگرام دیکھ کر آپ کو سٹیٹمنٹ دے دوں گا۔

جناب چیئرمین : تو یہ ڈیبیٹ continue کی جائے گی سنڈے ساڑھے پانچ بجے شام، باقی سوالات تو ویسے ہی نہیں ہوں گے مزید یہ کہ ایڈجرنمنٹ اور پریویلج موشنز بھی نہیں ہوں گی، صرف یہ بحث ہی ہوگی۔ شکریہ۔

[The House adjourned to meet again at five thirty of the clock in the evening, on Sunday, January, 11, 1987].

PCPPI – 2127(87)Senate – 6-4-1989 – 300